بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا
اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۝ لا وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا
اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ
وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝

۝ اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا ✶ الٓرٰ ۔ یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں پھر تفصیل کی گئیں حکمت والے خبردار کی طرف سے ✶ کہ بندگی نہ کرو مگر اللہ کی بیشک میں تمہارے لئے اس کی طرف سے ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں ✶ اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو تمہیں بہت اچھا برتنا دے گا ایک ٹھہرائے وعدہ تک اور ہر فضیلت والے کو اس کا فضل پہنچائے گا اور اگر منہ پھیرو تو میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں ۔ ✶ (۱۱/ ۱ تا ۳ ✶ ت :کن)

۱۔ الٓرٰ ۔ یہ (قرآن) ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں دلائل سے محکم کی گئی ہیں پھر (اس کے ساتھ ساتھ) صاف صاف بیان بھی کی گئی ہیں یہ ایک حکیم باخبر کی طرف سے ہے اُحْكِمَتْ یعنی اس کی آیات موتیوں کی طرح پروئی ہوئی ہیں ان کی ساخت پرداخت مضبوط ہے نہ اس کے الفاظ میں کوئی نقص ہے نہ معنی میں کوئی عیب ۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس کی آیات غیر منسوخ ہیں یہ مطلب اس وقت صحیح ہوگا جب آیات کتاب سے صرف اس سورت کی آیات مراد ہوں کیوں کہ اس سورت کی کوئی آیت منسوخ نہیں (باقی قرآن میں بعض آیات منسوخ ہیں) مضبوط کرنے سے مراد ہے دلائل اور براہین سے پختہ کی ہوئی یا اُحْكِمَتْ کا مطلب ہے پر حکمت بنائی ہوئی یعنی علمی اور عملی حکمتیں اس کے اندر بھری ہوئی ہیں حکم حِکمۃ کے ساتھ حکیم ہو گیا فُصِّلَتْ یعنی جس طرح ہار کے درمیان جگہ جگہ دریکدانے پروئے جاتے ہیں اسی طرح اس کی آیات الگ کر دی گئی ہیں کہیں اعتقادات کہیں عملی احکام ، کہیں مواعظ ، کہیں واقعات کی اطلاعات یا مفصل کر دینے سے مراد ہے الگ الگ سورتیں مقرر کر دینا یا تھوڑا تھوڑا (حسب ضرورت دنیاوی) کھینچا مراد ہے یا یہ مطلب ہے کہ جن امور کی (اصلاح کے لئے) ضرورت تھی ان کو بطور خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے مِنْ لَّدُنْ اس کا تعلق وصفی یا کتاب سے ہے یا دوسری خبر ہے یا اُحْكِمَتْ سے تعلق ہے یا فُصِّلَتْ سے مطلب یہ ہے کہ اللہ ظاہر اور باطن سے واقف اور باخبر ہے اسی کی طرف سے ان آیات کا یا کتاب کا نزول ہے اور اسی نے اس کی آیات کو محکم بنایا ہے (تفسیر مظہری)

۲۔ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ یہ تفصیل اس لئے کی گئی کہ تم اے دنیا والو ! اسی حکیم خبیر اللہ کی عبادت کرو کسی اور کی طرف مت جھکو ۔ اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ تفصیل آیات یہ ہے کہ تم نہ عبادت

کرو بجز اللہ جل جلالہ کی۔ رہا میرا سوال تو یاد رکھو کہ اِنَّنِیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ اے قیامت تک کے انسانو!
بے شک میں تم سب کو اپنے اللہ کی طرف سے ڈرانے والا ہوں اور خوش خبری دینے والا ہوں تم جہاں
کہیں بھی رہو غاروں صحراؤں بستیوں دریاؤں میں محمد کو معلوم ہے کہ تم میں سے کون ڈرائے جانے
کے لائق ہے اور کون خوش خبری پانے کے لائق ہیں اپنے رب کی طرف سے نذیر ہوں جانتا ہوں کہ جو کفر پر
رہے گا اس کے لئے نذیر ہوں (ڈرانے والا) عذاب آخرت سے اور جو مومن متقی بن جائے اس کے لئے بشیر ہوں
دنیا میں عزت و بشارت اور آخری وقت خوشنودی باری تعالیٰ کی خوش خبری، آخرت میں ثواب
لازوال کی خوش خبری لہٰذا بشیر اور فائدہ مند بھی ہے کہ (اللہ کے اطاعت گزار) بندے بن جاؤ (اشرف التفاسیر)
۳۔ میں تمہیں یہ نصیحت بھی کرتا ہوں کہ اس سے پیشتر نادانی کی حالت میں یا شیطان کی انگیخت پر تم لغزشیں
کرتے رہے ہو تو اب میں چشم ہوش کھولو اور کانپتے ہوئے دل، اشکبار آنکھوں سے سراپا عجز بن کر ان
گناہوں کی مغفرت کے لئے التجا کرو ★ اگر تم نے اپنے گناہوں پر استغفار کر لی اور بقیہ زندگی میں اس
کے ہو رہے تو تم کو ہر طرح کی لذت و راحت، عزت و آرام اور خوش حالی سے سرفراز کر دیا جائے گا
★ ہر نیک انسان کو اس کے اعمال حسنہ کی جزا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے۔ نیکیوں میں
جتنا کوئی بڑھتا جائے گا اسی انداز سے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے خزانے سے مالا مال فرماتا ہے۔
فَضْلَهٗ کی ضمیر کا مرجع ذات باری ہے ★ اگر تم اپنی غلط روی سے باز نہ آؤ۔ سچے دل سے نادم نہ ہو
تو پھر مجھے تمہارا انجام اچھا معلوم نہیں ہوتا اندیشہ ہے کہ کسی بڑے دن کے عذاب میں مبتلا کر دیئے جاؤ
یوم کبیر سے یا تو روز قیامت مراد ہے یا عذاب کا کوئی دن (ضیاء القرآن)
لغوی تشریح ★ اُحْكِمَتْ: مضبوط کی گئی۔ ثابت کی گئی (جس میں نہ لفظ کے اعتبار سے شبہ پیدا
ہو سکتا ہے نہ معنی کے اعتبار سے) اِحْكَامٌ سے جس کے معنی محکم اور مضبوط کرنے کے ہیں ماضی مجہول کا
صیغہ واحد مؤنث غائب ● فُصِّلَتْ: واحد مؤنث غائب، ماضی مجہول، مصدر۔ تفصیل
باب تفعیل، کھول کر بیان کر دی گئیں، وضاحت کر دی گئی، تفصیل وار بیان کر دی گئیں ● لَدُنْ
لَدُنْ، لَدُنْ۔ ظرف زمان ہے جو نہایت وقت کی ابتداء پر دلالت کرتا ہے۔ (لغات القرآن)
معلومات مزید ★ اس سورت (سورۃ ہودؑ) میں سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ حضرت ہود علیہ السلام کا
ذکر ہے اس لئے اس کا نام سورہ ہود رکھا گیا۔ سورہ ہود میں قیامت حشر نشر اور عذاب
عقاب اور غضب الٰہی کا بہت ذکر ہے۔ سورہ ہود مکی ہے اس میں ۱۲۳ آیات اور دس رکوع ہیں
حسن عکرمہ وغیرہم مفسرین نے فرمایا کہ آیت وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ (الخ) کے سوا
باقی تمام سورت مکیہ ہے۔ سورہ ہود میں ۱۶۰۰ کلمے اور ۹۵۶۷ حروف ہیں۔

5/5/06

ھود (۱۱) آیات ۴،۵،۶ ۵

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ
لِیَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْ ۙ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ
وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ
فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝

اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم کو پھر کر جانا ہے اور وہی ہر بات پر قادر ہے * (اے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھو وہ مشرکین اپنے سینے دوہرے کر رہے ہیں تاکہ اس سے چھپے رہیں۔ دیکھو جب کہ وہ کپڑے اوڑھا کرتے ہیں (اس وقت بھی) جو کچھ وہ چھپا کر اور ظاہر کر کے کرتے ہیں سب کو خدا تعالیٰ جانتا ہے بے شک وہ دل کے بھیدوں سے خوب واقف ہے * اور زمین پر کوئی بھی جانور چلنے والا ایسا نہیں کہ جس کی روزی اللہ تعالیٰ (کے کرم) پر نہ ہو اور وہ اس کے رہنے اور (مرکر زمین میں) سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے۔ ہر ایک چیز کتاب مبین میں ہے (۱۱/ ۴ تا ۶ * ت : ج)

۵۔ بغوی نے عبداللہ بن شداد کی روایت سے لکھا ہے کہ اس آیت کا نزول بعض منافقوں کے حق میں ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جب ان کا گزر ہوتا تھا تو وہ سینہ اور پشت کو حضور ؐ کی طرف سے موڑ کر سر جھکا کر منہ چھپا کر نکل جاتے تھے تاکہ رسول اللہ ؐ کی نظر ان پر نہ پڑ جائے۔ ابن جریر وغیرہ نے بھی عبداللہ بن شداد بن ہاد کی روایت سے ایسا ہی نقل کیا ہے مگر یہ روایت قابل پذیرائی نہیں کیوں کہ آیت مکی ہے اور منافق مدینہ میں (ہجرت کے بعد) پیدا ہوئے (مکہ میں کوئی منافق نہیں تھا) بہرحال اس روایت کے موجب منہ کی ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہوگی (اللہ کی طرف راجع نہیں ہوگی) بغوی نے حضرت ابن عباس کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ آیت اخنس بن شریق کے متعلق نازل ہوئی یہ شخص بڑا شیریں کلام اور خوش رو تھا رسول اللہ ؐ کے سامنے آتا تھا تو وہی بات کہتا تھا جو حضور ؐ کو پسند ہوتی تھی مگر دل میں اس کے خلاف پوشیدہ رکھتا تھا اس وقت "یثنون صدورھم" سے مراد یہ ہوگی کہ وہ سینوں کے غلاف کے اندر کفر، کینہ اور رسول اللہ ؐ کی دشمنی چھپائے رکھتے ہیں قتادہ نے کہا وہ سینوں کو ٹیڑھا کرتے اور جھکا لیتے تھے تاکہ اللہ کی کتاب اور اللہ کا ذکر نہ سن پائیں۔ (تفسیر مظہری)

(الحمدللہ گیارھویں پارہ کی تفسیر مکمل ہوئی)

۶۔ اللہ تعالیٰ صرف تمہارے احوال سے ہی باخبر نہیں بلکہ وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ہر ذی روح حیوان پر "دابۃ" کا لفظ بولا جاتا ہے۔ رزق ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی جاندار کی غذا بنے اور اس میں اس کی روح کی بقا اور جسم کی نشوونما ہو ● مستقر سے مراد اس دنیا میں اس کے ٹھہرنے کی جگہ ہے مستودع سے مراد اس کی قبر ہے بعض علماء نے فرمایا کہ اس دن کی جولان گاہ کو مستقر اور اس رات

۳۔ مستقر اور مستودع: اللہ ہی جانتا ہے ... [illegible] ... (ابن کثیر)

کی آرام گاہ کو مستودع کہا گیا۔ کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے۔ ان الفاظ کا مفہوم سمجھنے کے بعد اب آیت میں غور فرمایئے۔ بتایا جا رہا ہے کہ تم جانتے ہو کہ دنیا میں ان گنت قسم کے جانور ہیں اور ہر قسم کے اتنے افراد ہیں کہ ان کا شمار کرنا کسی کے بس میں نہیں۔ تو کون ہے جو چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک، ممولے سے لے کر شہباز تک، مینڈک اور جھینگے سے لے کر مگرمچھ تک ہر جاندار کو اس کی مخصوص غذا، خوراک مطلوبہ اندازے میں باقاعدہ بہم پہنچا رہا ہے۔ کس کی مجال ہے کہ وہ یہ ذمہ داری اٹھا سکے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کا لنگر خانہ کھلا ہوا ہے جس کا دستر خوان کرم بچھا ہوا ہے۔ ہر چیز کو ہر وقت اس کی خوراک مہیا کر دی جاتی ہے۔ اس نے اپنے ذمہ کرم پر لیا ہوا ہے کہ وہ ہر چیز کی ضرورت کا انتظام خود فرمائے گا۔ اگر خداوند کریم کو ہر چیز کا ٹھکانا معلوم نہ ہو تو اسے خوراک کیسے پہنچائے گا۔ اب جب ہر چیز کو اس کی غذا مہیا کی جا رہی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور مرنے کے بعد بھی جہاں جہاں کوئی مدفون ہو گا اس کا بھی اسے علم ہے۔ اے کفار! وہ خدا جس سے کسی جگہ میں چھپا کیڑا بھی مخفی نہیں جو رات کے اندھیروں میں تاریک غاروں میں رینگنے والی چیونٹی کو بھی دیکھ رہا ہے۔ تم بھلا اس سے چھپنے کی کوشش کرو تو چھپ نہیں سکتے (ضیاء القرآن)

لغویات:- ★ یَثْنُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع ثَنْیٌ مصدر (ضرب) وہ دہرا کئے دیتے ہیں ● صُدُوْرَ : سینے۔ صدر کی جمع۔ راغب لکھتے ہیں بعض حکماء کا بیان ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے قلب کا ذکر فرمایا وہاں عقل و علم کی طرف اشارہ ہے اور جہاں "صدر" کا ذکر کیا ہے وہاں عقل و علم کی طرف بھی اشارہ ہے نیز سوائے نفس، شہوت اور غضب وغیرہ تمام قویٰ کی طرف بھی ● یَسْتَغْشُوْا : جمع مذکر غائب مضارع منصوب استغشاء مصدر کہ پردہ کر لیں، اوڑھ لیں ● ثِیَاب : کپڑے، پوشاک، ثوب کی جمع۔ جس کے معنی کپڑے کے ہیں اس کی جمع اثواب بھی آتی ہے، ثیابھم۔ ان کے کپڑے، ان کی پوشاک، ثیاب مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ● دَآبَّةٍ : جانور، چلنے والا، پاؤں دھرنے والا، رینگنے والا "دَبٌّ" اور "دَبِیْبٌ" سے جس کے معنی رینگنے اور پاؤں چلنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے اس میں تا وحدت کی ہے۔ دواب جمع اگرچہ عرف میں یہ لفظ گھوڑے کے لئے مخصوص ہے مگر سب جانوروں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور قرآن مجید میں جو "دابۃ" کا لفظ آیا ہے تو اس میں ہر ایک حیوان داخل ہے ● مُسْتَقَرٌّ : ظرف مکان، مرفوع، بروزن اسم مفعول۔ استقرار مصدر، بمعنی قرار، باب استفعال۔ قرار گاہ۔ ٹھہرنے کی جگہ ● (لغات القرآن)

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ط وَلَئِن قُلْتَ إِنَّكُم مَّبْعُوثُونَ مِن بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَىٰ أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ لَّيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ ط أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ج إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ ۝

اور وہی (خدا) ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں اور (اس سے پہلے) اس کا عرش پانی پر تھا (زمین اور آسمان پیدا کئے) تاکہ آزمائے تمہیں کہ تم میں سے کون اچھا ہے عمل کے لحاظ سے اور اگر آپ (انہیں) کہیں کہ یقیناً تم اٹھائے جاؤ گے موت کے بعد تو ضرور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا ہوا * اور اگر ہم ملتوی کر دیں ان سے عذاب کچھ مدت تک تو (از راہ مذاق) کہیں گے کہ کس چیز نے روک دیا ہے اس عذاب کو۔ وہ کان کھول کر سن لیں جس دن عذاب آجائے گا ان پر تو نہیں پھیرا جا سکے گا ان سے اور گھیر لے گا انہیں وہ عذاب جس کا وہ تمسخر اڑایا کرتے تھے * اور اگر ہم چکھائیں کبھی انسان کو اپنی طرف سے رحمت (کا مزہ) پھر ہم چھین لیں اس رحمت کو اس سے تو وہ بڑا مایوس اور ناشکرا بن جاتا ہے
(11/7 تا 9 * ت: ض)

۷۔ آسمانوں سے مراد ہیں بالائی چیزیں اور زمین سے مراد نشیبی چیزیں یعنی کائنات بالا و پست * بغوی نے لکھا ہے کہ پانی ہوا کی پشت پر تھا کعب احبار کا قول ہے کہ اللہ نے ایک یاقوت سبز پیدا کیا اور اس پر نظر جلال ڈالی تو وہ آب لرزاں بن گیا پھر اللہ نے ہوا کو پیدا کیا اور اس کی پشت پر پانی کو قائم کیا) پھر عرش کو پانی پر قائم کیا۔ ضمرہ نے کہا اللہ کا تخت پانی پر تھا پھر اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور قلم کو پیدا کیا پھر اس سے وہ تمام چیزیں لکھدیں جو ہونے والی تھیں اور جن کو وہ آئندہ پیدا کرنے والا تھا اور ہر مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہزار برس تک قلم نے اللہ کی تسبیح و تحمید کی تھی * تاکہ تم کو آزمائے کہ تم میں اچھے عمل کرنے والا کون ہے یعنی باوجود عالم کل ہونے کے پھر بھی جانچ کرنے والے ممتحن کی طرح تمہارے ساتھ معاملہ کرے تاکہ تمہارا استحقاق ثواب و عذاب ظاہر ہو جائے کیونکہ آسمان و زمین اور ان کی موجودات تمہاری رہائش اور معاش کے اسباب و ذرائع اور اصول ہیں ان سے تمہارے تمام احوال و اعمال وابستہ ہیں ان کا تقاضا ہے کہ تم اپنے رب کا شکر ادا کرو پھر یہ ساری کائنات وجود صانع کی دلیل اور (توحید) صانع کی خصوصی نشانی ہے اس سے تم معرفت الٰہیہ حاصل کر سکتے ہو

لِيَبْلُوَكُمْ کا تعلق خَلَقَ سے ہے گویا اس لفظ سے اشارہ ہے اس طرف کہ سارے جہان اور موجودات جہاں
کی تخلیق بجائے خود مقصود نہیں بلکہ تخلیق انسان اور انسانوں میں بھی اہل ایمان کی تخلیق کی تمہید ہے اور
دوسروں میں سے بھی ان لوگوں کی پیدائش کا تمہیدی مقدمہ ہے جن کے اعمال اچھے ہوں
اور صالحین وغیرہ اَحْسَنُ عَمَلًا میں عمل کا لفظ عقیدہ اور افعال اعضاء جسمانی دونوں کو شامل ہے
خلاصہ یہ کہ آسمان و زمین کو پیدا کرنے کا مقصودی نقطہ اہل اللہ کا وجود ہے۔ ★ ھٰذَا یعنی
مرنے کے بعد جی اٹھنے یا قیامت کا قول۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

۸۔ اور البتہ اگر ہم ان سے عذاب موعودہ موخر کر دیں گنتی کے تھوڑے سے دنوں تک (جو عدد گنتی
میں محصور ہو وہ قلیل ہے اگرچہ تعداد کے لحاظ سے کتنی ہی زیادہ ہو) تو کفار کہیں گے کون سی شے عذاب
کے نزول کو روک رہی ہے تو یا ان کا یہ خیال ہوتا کہ اللہ تعالیٰ تو ان کے عذاب کا ارادہ کرتا ہے لیکن کوئی
شے اسے روک دیتی ہے اور ان کی طلب عجلت بھی استہزاء تھی درحقیقت وہ استہزاء سے عذاب
کا عذاب کا انکار کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ عذاب آنے کا ہی نہیں۔ ان کا اس سے یہ مطلب
نہیں تھا کہ عذاب کب آئے گا کیوں رک گیا وغیرہ وغیرہ خبردار یقیناً جب عذاب ان کے پاس آئے گا
جیسے بدر میں ان پر آیا تھا تو ان سے کبھی نہیں ہٹے گا اور نہ ہی کوئی اسے ہٹا سکے گا بلکہ جب
آئے گا تو ان پر واقع ہو کر رہے گا اور ان پر نازل ہو کر انہیں گھیر لے گا حسب کیا گیا ہے کہ وہ یقیناً
واقع ہو گا وہ جو اس سے استہزاء کرتے ہیں یعنی وہ عذاب جس کے مطالبہ پر عجلت کرتے ہیں (بحوالہ روح البیان)

۹۔ اور اگر البتہ چکھاتے ہیں ہم انسان اپنے پاس سے عیش و آرام پھر چھین لیں ہم اس کو اس کی حماقت
سے بے شک وہ البتہ سخت مایوس ناشکرا ہے اس آیت میں کافر کی عظیم ناشکری بتائی جا رہی ہے
یہ بات ظاہر و لازم ہے کہ اس دنیا میں مطلقاً انسان ہر کسی کو رنج و راحت کا حاصل ہوتا ہے مگر
کافر کا وتیرہ ہے کہ عیش و عشرت کو اپنا نصیب پر محمول کرتا ہے اور رنج و تکلیف کو زمانہ کی
گردش کی طرف پھیر دیتا ہے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے مومن جانتا ہے کہ یہ دو رنج و راحت
باری تعالیٰ کی طرف سے عین حکمت کے مطابق ہوتے ہیں لہٰذا کافر رنج و تکلیف میں انتہائی
مایوس ہو کر دل پریشان ہو جاتا ہے اور پچھلے عیش و آرام کو بالکل بھول جاتا ہے مومن نہ ماضی کو
فراموش کرتا ہے نہ مستقبل سے بے خبر اس کی وجہ یہ ہے کہ پیارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی
تعلیم ہی ایسی ہے کہ جس سے ہر مرحلہ پر خدا اس سے منسلک رہتا ہے اس لئے کہ تمام ادیان عالم میں اسلام
یعنی فرمودات مصطفیٰ کی یہ شان ہے کہ ہر چیز ہر عمل کا بیان واضح کر دیا گیا ہے دوسرے دینوں
میں ہر عمل کے انجام سے بے خبری ہے۔ (اشرف التفاسیر)

۳۴ ـ اور اگر ہم [illegible]

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝
اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝
فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ
كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ (۱۱: ۱۰-۱۲)

اور اگر ہم اسے نعمت کا مزہ دیں اس مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی تو ضرور کہے گا کہ برائیاں مجھ سے دور ہو گئیں بیشک وہ خوش ہونیوالا اترانے مارنے والا ہے * مگر جنھوں نے صبر کیا اور اچھے کام کئے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے * تو کیا وہ وحی جو آپ کے ہاں بھیجی جاتی ہے اس میں سے کچھ آپ چھوڑ دینگے اور اس پر آپ دل تنگ ہونگے ان کے کہنے پر کہ ان کے ہاں کوئی خزانہ کیوں نہیں اترا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا بے شک آپ تو ڈر سنانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شے کا محافظ ہے۔ (۱۱/ ۱۰ تا ۱۲ * ۱۰-۱۱: ک ۱۲، ر)

۱۰- اللہ رب العزت انسان کو نعمت و راحت جب عطا فرمائے تکلیف کے بعد تو انسان کہتا ہے کہ اس سے تمام مصیبتیں چلی گئیں۔ انسان اللہ کی طرف مصائب دور کرنے کی نسبت نہیں کرتا بلکہ مصائب کے ٹل جانے کو حادثاتِ روزگار سے منسوب کرتا ہے۔ حصولِ مقصد سے دل میں جو لذت پیدا ہوتی ہے اس کو فرح (یا فرحت) کہتے ہیں۔ فَرِحٌ سے مراد ہے نعمت پر مغرور اترانے والا۔ فخور (سے مراد) بڑا شیخی باز جو اپنے کو نعمت کا حقدار قرار دیتے ہوئے لوگوں پر اپنی فوقیت جتاتا ہے اور یہی اکڑ اور غرور اس کو ادائے شکر سے روکتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

۱۱- عام لوگوں کے طرزِ عمل کو ذکر کرنے کے بعد یہ بتایا جا رہا ہے کہ جو لوگ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں اور اچھے عمل کیا کرتے ہیں وہ یوں نہیں ہوا کرتے۔ وہ مصائب و آلام کے تاریک لمحوں میں بھی نہیں گھبراتے بلکہ چٹان کی طرح ڈٹے رہتے ہیں۔ اور خوشی کے دنوں میں بھی وہ کسی کم ظرفی کا مظاہرہ نہیں کرتے بلکہ اپنے رب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور اپنے وسائل کو اس کی مخلوق کی خدمت کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ حضرت صہیبؓ سے مروی ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مومن کی بھی عجیب شان ہے کہ اس کی ہر حالت اس کے لئے بہتر ہے۔ اور یہ صرف مومن کی ہی خصوصیت ہے۔ اگر اسے آرام و راحت پہنچے اور وہ اس پر شکر ادا کرے تو یہ آرام و راحت اس کے لئے خیر و برکت کا باعث ہے۔ اور اگر اسے تکلیف پہنچے اور وہ اس پر صبر کرے تو یہ تکلیف بھی اس کے لئے

خیر و برکت کا موجب ہے۔"

(تفسیر ضیاء القرآن)

١٢۔ کفار نے کہا تھا کہ ان کو وہ آیتیں نہ سنائیں جن میں ان کے بتوں کی برائی ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ قرآن مجید ہم کو منظور نہیں۔ دوسرا قرآن لاؤ کیونکہ اس میں بتوں کی برائی ہے۔ اور کفار نے آپس میں مشورہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے احسانوں کا اتنا یقین دلاؤ اور اتنا مجبور کر دو کہ وہ ہمارے ایمان کی لالچ میں ایسی آیتیں سنانا چھوڑ دیں اور بعض کفار نے غلط قسم کے مطالبات کرنے شروع کر دیئے جس سے نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے درست نہ ہونے سے رنجیدہ رہتے۔ باری تعالیٰ نے کفار کو سنانے کے لئے فرمایا لَعَلَّكَ تَارِكٌ کافر سمجھ بیٹھے ہیں کہ شاید آپ ان کے مطالبے مان کر بعض آیات کی تبلیغ چھوڑ دیں گے حالانکہ یہ محال بالغیر ہے۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے کہ آپ نے تبلیغ میں ذرا کمی نہ کی۔ ہاں کفار کے بیہودہ مطالبوں سے آپ کے دل تنگی ضرور ہوتی تھی۔ صدر سے مراد دل ہے۔ کیونکہ یہ باتیں تبلیغ میں رکاوٹ پیدا کرتی تھیں۔ تبلیغ وحی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی غذا تھی جس طرح تبلیغ فرما کر شرح صدر ہوتا تھا اسی طرح تبلیغی رکاوٹوں سے ضیق صدر ہوتا تھا۔ اسی کا ذکر رب تعالیٰ نے یہاں فرمایا۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ اگر آپ اللہ کے حبیب ہیں پیارے ہیں تو آپ کے پاس خزانے کیوں نہیں اترتے یا آپ اکیلے ہی تکلیفیں سہتے رہتے ہیں آپ کی تصدیق کے لئے آپ کے ساتھ فرشتے کیوں نازل نہیں ہوتے۔ ان تمام باتوں کا جواب یہ ہی ہے کہ آپ کفار کو ڈر سنانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ذمہ دار ہے۔ دل چاہتا ہے تو ایمان لاؤ ورنہ خود مختار ہو۔ ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے بیہودہ مطالبے پورے کرنے کے لئے نہیں آئے

(اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے ★ اَذَقْنٰهُ: ہم نے اس کو چکھایا۔ اس میں ہُ ضمیر واحد مذکر غائب ہے ● مَسَّتْهُ: مَسَّتْ واحد مؤنث غائب ماضی معروف۔ ہُ ضمیر مفعول، اس کو پہنچی ● فَخُوْرٌ: صیغہ مبالغہ (حالتِ رفع) فَخْرٌ مصدر و اسم فعل، امام راغب نے لکھا ہے کہ ظاہری چیزوں پر اترانا (مثلاً مال، عزت، جاہ، حکومت وغیرہ) فخر کہلاتا ہے بہت زیادہ فخر کرنے والا ● تَارِكٌ: چھوڑنے والا، تَرْكٌ سے جس کے معنی چھوڑ دینے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ● ضَآئِقٌ: تنگ ہونے والا، ضِيْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ● صَدْرُكَ: تیرا سینہ صَدْرٌ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ●

(لغات القرآن)

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن
دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِلَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ
وَأَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ
زِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۝

کیا یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اسے جی سے بنا لیا؟ تم فرماؤ کہ تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور
اللہ کے سوا جو مل سکیں سب کو بلا لو اگر تم سچے ہو * تو اے مسلمانو اگر وہ تمہاری اس بات کا
جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود
نہیں تو کیا اب تم مانو گے * جو دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتا ہو ہم اس میں ان کا پورا پھل دے دیں گے
(۱۱/۱۳ تا ۱۵ * ت: ک)
اور اس میں کمی نہ دیں گے۔

۱۳۔ کیا کفار کہتے ہیں کہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن خود اپنی طرف سے بنا لیا ہے (رفقا) فرمائیے (اے محبوب
صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ایسی بات ہے جیسے تم کہتے ہو تو تم بھی بنا کر لاؤ اس جیسی دس سورتیں جن کی فصاحت
و بلاغت اور حسن نظم و ترتیب قرآن مجید کی سورتوں جیسی ہو۔ (سورۂ بقرہ اور یونس میں صرف ایک
سورت اور یہاں پر دس سورتوں کا فرمان ہے (اس کا سبب یہ ہے کہ) یہ سورۃ (ہود) ان دونوں
(بقرہ و یونس) سے پہلے اتری تھی اور انھیں پہلے دس سورتوں سے معارضہ کا چیلنج کیا گیا جب
اس سے عاجز ہوئے تو پھر ایک سورۃ کا چیلنج کیا گیا) مُفْتَرَيَاتٍ بناوٹی دس سورتیں لاؤ جو اس قرآن
کی بلاغت کی ہم مثل ہوں جنھیں تم اپنی طرف سے بناؤ۔ اور بلاؤ حضور علیہ السلام کے لائے ۱۳ مَنِ اسْتَطَعْتُمْ
ہوئے قرآن کے مقابلہ کے لئے جنھیں تم بلا سکتے ہو (باطل) اپنے معبودوں کو بلاؤ جن کے متعلق
تمہارا عقیدہ ہے کہ وہ تمہارے مددگار ہیں اور سمجھتے ہو کہ برے وقت میں وہ تمہارے کام آسکتے
ہیں مِّن دُونِ اللَّهِ اللہ کے ماسوا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ اگر تم سچے ہو اپنے اس دعوے میں (روح البیان)

۱۴۔ پھر اگر کفار تم لوگوں کا چیلنج پورا نہ کر سکیں۔ لَكُمْ کی ضمیر خطاب یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف ہے، تعظیم رسول کے لئے جمع کی ضمیر استعمال کی گئی ہے۔ یا مسلمان مخاطب ہیں کیوں کہ مسلمان بھی
مشرکوں کو مقابلہ کی دعوت دیتے تھے اور جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا کہ کافروں کو
دعوت مقابلہ دو، وہ حکم ضمناً تمام مسلمانوں کو بھی تھا۔ کیوں کہ سوائے بعض خاص خاص احکام کے
باقی احکام کے مکلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام مسلمان بھی ہیں۔ یا مسلمانوں کو خصوصیت
کے ساتھ مخاطب کرنے سے اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ دعوت مقابلہ سے مسلمانوں کے ایمان
میں ثبات اور یقین میں مزید استحکام پیدا ہوتا اس لئے اس سے غفلت مسلمانوں کو نہ کرنا چاہیے اسی وجہ سے

آگے فرمایا "پس جان لو کہ قرآن اللہ کے علم کے ساتھ اتارا گیا ہے اللہ کے سوا نہ کوئی اس (کی حقیقت) کو جانتا ہے نہ اس کو بنا سکتا ہے" "اور یہ بھی جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں"۔ کیونکہ اللہ ہی ایسے امور سے واقف اور ان چیزوں پر قادر ہے حق کا علم و قدرت اس کے سوا کوئی نہیں رکھتا۔ ان کے (باطل) معبود بالکل عاجز ہیں اور اس کلام کی سچائی اس بات ہی سے ثابت ہوتی ہے کہ کوئی ایسا کلام نہیں بنا سکتا۔ اس کلام میں تہدید بھی ہے اور اس امر کی طرف اشارہ بھی کہ اللہ کے عذاب سے مشرکوں کے معبود نہیں بچا سکتے۔ پس کیا تم اب بھی مسلمان ہوتے ہو (یا نہیں) یعنی کیا تم اسلام پر ثابت قدم، مستحکم اور مخلص الارادہ ہو گے جب کہ قرآن کا اعجاز تمہارے نزدیک محقق ہو گیا تو کیا اسلام پر جمے رہو گے (یعنی جمے رہو) * کلام کا سوالیہ طرز ایک بلیغ اسلوب ہے طلب فعل اور امر کا، اور تنبیہ ہے اس بات پر کہ اب ہر قسم کا عذر ختم ہو گیا اور تعمیل حکم کا وجوب ناقابل انکار ہے (تفسیر مظہری)

۱۵۔ جو شخص دنیوی زندگی اور اس کے عیش و عشرت کا ارادہ کر کے اچھے کام کرے ہم اس کو اس کے اعمال کا بدلہ صرف دنیا ہی میں پورا دے دیتے اور وہاں ان کی کمی نہ کی جاتی۔ اس سے مراد آخرت کے منکر کفار ہیں یعنی یہ کافر جو بھی کام کرتے ہیں جس میں کچھ ظاہری اچھائی کا پہلو نکلتا ہو مثلاً سرائیں، پل، کنویں، تعلیم، شفاخانے بنانا، غرباء کو کھانا کھلانا، خیرات کرنا وغیرہ تو ان کا بدلہ دنیا ہی میں ان کو مل جاتا ہے۔ کفار کی دنیوی زیب و زینت اسی کا نتیجہ ہے بعض نے فرمایا کہ اس میں سب ریاکار شامل ہیں خواہ مسلمان ہوں یا کوئی اور۔ جو شخص بھی کوئی نیکی لوگوں کے دکھانے کے لئے کرے اس کا بدلہ صرف دنیا ہی میں ملے گا اس لئے کہ نیکی تو اللہ رسول کو دکھانے کے لئے اور ان کی رضا کے لئے ہوتی ہے اور اللہ رسول کی نظر کرم کا دارومدار آخرت پر ہے (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے ★ زِیۡنَتَهَا : اس کی رونق، اس کی آرائش، زینۃ مضاف ھا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ

● یُبۡخَسُوۡنَ : جمع مذکر غائب مضارع منفی بَخۡسٌ سے ان کے اعمال کے عوض میں کمی نہیں کی جاتی ہے۔ بَخۡسٌ۔ کم تھوڑا۔ وہ زمین جس میں بغیر پانی دیئے کھیتی پیدا ہو جائے اسی لئے بے پانی کی کھیتی کو بخسی کہا جاتا ہے تو بازاری کا محصول زکوٰۃ وصول کرنے والے وصول زکوٰۃ کے بعد جو اپنی مزدوری کے بہانے سے صاحب زکوٰۃ سے وصول کر لے اس کو بھی بخس کہا جاتا ہے۔ بَاخِسٌ۔ دوسروں کے حق میں کمی کر دینے والا۔ (لغات القرآن)

مضمرات مزید ★ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ریاکاروں کو کہا جائے گا "اے ریاکارو! تم نے روزے رکھے تم نے نمازیں پڑھیں، صدقے دیئے، جہاد کیا اور قرآن کی تلاوت کی محض اس مقصد کے لئے کہ تمہیں نمازی وغیرہ کہا جائے اور وہ تمہیں کہہ دیا گیا آج تمہارے لئے کچھ نہیں۔ پھر انہیں لوگوں سے سب سے پہلے دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی حضرت ابوہریرہؓ نے یہ روایت بیان کی اور پھر زار و قطار رونے لگے (قرطبی) مگر جو لوگ دنیا کے حصول کو اپنا مطمح نظر نہیں بناتے بلکہ طلب مولیٰ میں زندگی بسر کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کے سچے چاہنے والے اور اطاعت گزار و فرمانبردار ہوتے ہیں ان کے لئے نوید ہے کہ انہیں دنیا میں بھی راحت و عزت عطا ہوگی اور آخرت کی نعمتوں سے بھی سرفراز کیا جائے گا۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَ
بَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ
مِنْهُ وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَ
مَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِنْهُ ۚ
إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ
افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ
الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝

یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں کچھ بھی نہیں بجز آگ کے اور جو کچھ انہوں نے کیا کرایا ہے سب آخرت میں ناکارہ نکل جائے گا اور بے اثر* (سو کیا طالب دنیا ایسے کی برابری کر سکتا ہے) جو اپنے پروردگار کی طرف سے (آئی ہوئی) کھلی دلیل پر قائم ہو اور اس کے ساتھ ایک گواہ اسی میں ہے اور (ایک) اس سے پہلے (یعنی) موسیٰ کی کتاب وہ امام ہے اور رحمت ہے۔ ایسے لوگ اس (قرآن) پر ایمان رکھتے ہیں اور گروہوں سے جو کوئی اس سے انکار کرے گا سو اس کے لئے وعدہ گاہ دوزخ ہے پس تو اس کی طرف سے شک میں نہ پڑنا بے شبہ وہ سچا (کلام) تیرے پروردگار کی طرف سے ہے البتہ بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے * اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ گڑھے ایسے لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور گواہ کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی نسبت جھوٹ باتیں لگائی تھیں سنو سنو اللہ کی لعنت ہو ظالموں پر (11/16 تا 18 * ت: م)

۱۔ آیت لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ میں خود قرینہ ہے کہ اس کا نزول کافروں کے حق میں ہوا کیونکہ باجماع علماء اہل ایمان کا آخرکار جنت میں جانا ثابت ہے بعض علماء کا کہنا ہے کہ آیت کا نزول ریاکاروں (دکھانے کے لئے نیکی کرنے والوں) کے حق میں ہوا۔ حضرت ابوسعید بن فضالہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کے دن (یعنی ایسے دن) جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، اللہ سب لوگوں کو جمع کرے گا تو ایک منادی ندا دے گا جس نے کوئی عمل اللہ کے لئے کیا ہو مگر اس میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک بھی کر لیا ہو تو وہ عمل کا اجر اسی شریک سے طلب کرے اللہ تو ہر شرک سے بے نیاز ہے۔ رواہ احمد
حضرت انسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی نیت آخرت کی طلب ہو تو اللہ اس کے دل میں (دنیا کی ہر چیز سے) بے نیازی پیدا کر دیتا ہے اور اس کی پریشان حالی کو ٹھیک کر دیتا ہے اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس (دوڑی) آتی ہے اور دنیا کی طلب کی نیت ہوتی ہے تو فقر (احتیاج) کو اللہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیدا کر دیتا ہے (یعنی اس کے سامنے احتیاجات اور ضروریات غیر محدود ظہور پذیر ہو جاتی ہیں)

اور اللہ اس کو پریشان حال کر دیتا ہے اور دنیا اتنی ہی اس کو ملتی ہے جتنی اللہ نے اس کے لئے لکھ دی ہے۔
(رواہ الترمذی)* دنیا میں جو انھوں نے نیکیاں کی ہوں گی ان کا ثواب آخرت میں باقی نہیں رہے گا یا یہ مطلب ہے
کہ آخرت میں ان کے لئے کوئی ثواب نہ ہو گا* اور جو نیکیاں دنیا میں وہ کرتے ہیں وہ حقیقت میں بے کار جائیں گی
کیوں کہ جس جذبے کے تحت ان کو ہونا چاہیے تھا وہ جذبہ اور وہ رخ مفقود تھا (تفسیر مظہری)

۱۷۔ کیا وہ جو اپنے رب تعالیٰ سے روشن دلیل پر ہو یعنی وہ حجت قائم کرنے اور اپنے مقصد پر استدلال کرنے پر قدرت رکھتا ہے
ایسی دلیل و برہان سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کون سی بات عمل کرنے کے لائق ہے اور کون سا امر عمل کے لائق نہیں اس سے ہر وہ
نیک بخت مراد ہے جو مخلص ہو یعنی کیا اس بدبخت کی طرح ہو سکتا ہے جو دلیل و برہان سے محروم ہے اے مخاطب بتاؤ کیا یہ
دونوں ہم مرتبہ ہو سکتے ہیں۔ وَيَتْلُوهُ معنی کسی کے پیچھے آنا یعنی برہان۔ شَاهِدٌ مِّنْهُ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل آتی ہے
اس سے قرآن مجید مراد ہے* اور اس قرآن کی شہادت سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب یعنی توراۃ وہ ایسی کتاب تھی
کہ جس کی دینی امور میں اقتداء کی جاتی تھی اور رحمت تھی یعنی وہ کتاب جن لوگوں کے لئے نازل ہوئی تھی ان کے لئے نعمت
عظمیٰ تھی أُولَٰئِكَ یہ اشارہ ان حضرات کی طرف ہے جو رب تعالیٰ کی طرف سے برہان و دلیل پر ہیں يُؤْمِنُونَ بِهِ وہ
اس پر ایمان لاتے یعنی قرآن مجید کی تصدیق کرتے۔ اور وہ جو قرآن کا انکار کرتا ہے کفار مکہ کے گروہ اور وہ
جو ان کے ساتھ مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی تو جہنم ان کا وعدہ ہے یعنی وعدہ کا وہ مکان جہاں وہ ہمیشہ
رہیں گے یعنی جہنم لہٰذا اس (قرآن) میں شک نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اس رب تعالیٰ
کی طرف سے نازل ہوا ہے جو تمہاری دینی و دنیوی تربیت کرتا ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں رکھتے (بحوالہ روح البیان)

۱۸۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور اس کے لئے شریک و اولاد بتائے
اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا بدترین ظلم ہے" (جو اللہ پر جھوٹ باندھے)
وہ اپنے رب کے حضور پیش کئے جائیں گے" روز قیامت اور ان سے ان کے اعمال دریافت کئے جائیں
گے اور انبیاء و ملائکہ گواہی دیں گے" اور گواہ کہیں گے یہ ہیں جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا
ارے ظالموں پر خدا کی لعنت" بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ روز قیامت کفار و منافقین کو تمام
خلق کے سامنے کہا جائے "کہ یہ وہ ہیں جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا۔ ظالموں پر خدا کی لعنت
اس طرح وہ تمام خلق کے سامنے رسوا کئے جائیں گے" (کنز الایمان حاشیہ)

لغوی اشارے * حَبِطَ : وہ اکارت ہوا، وہ ضائع ہوا، وہ نابود ہوا، وہ مٹ گیا (شمیم)
حَبْطٌ سے جس کے معنی کام کے اکارت ہونے ضائع ہو جانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ل ق)
معلومات مزید * اللہ تعالیٰ پر افترا باندھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی توحید سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے یا قرآن
کے کلام الٰہی ہونے سے انکار کر دیا جائے یا کسی کو اس کا شریک و ہمسر قرار دے دیا جائے کسی چیز کو حلال یا حرام کر خود کیا اور

[illegible]

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝
اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ۘ
يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۭ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ۝
اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

جو اللہ کی راہ روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں اور وہی آخرت کے منکر ہیں * وہ تھکانے والے نہیں زمین میں اور نہ اللہ سے جدا ان کا کوئی حمایتی انھیں عذاب پر عذاب ہوگا وہ نہ سن سکتے تھے اور نہ دیکھتے * وہی ہیں جنھوں نے اپنی جانیں گھاٹے میں ڈالیں اور ان سے کھوئی گئیں جو باتیں جوڑتے تھے۔
(۱۱/ ۱۹ تا ۲۱ * ت: ک)

۱۹۔ جو لوگ راہ خدا سے روکتے تھے۔ راہ خدا سے مراد اللہ کا دین اور اس میں کجی نکالنے کی تلاش میں رہا کرتے تھے یعنی دین الہٰی کو حق سے پھرا ہوا قرار دیتے تھے یا یہ مطلب کہ مومنوں کو مرتد بنا کر ٹیڑھے راستے پر لے جانے کے خواہش مند تھے اور وہی آخرت کے بھی منکر تھے۔ یہ جملہ حالیہ ہے ھُم کا مکرر ذکر کرنا کافر ہونے کی تاکید کے لئے ہے اور یہ بتانے کے لئے ہے کہ روز آخرت سے انکار ان کی خصوصیت ہے (تفسیر مظہری)

۲۰۔ یہ لوگ اللہ کو عذاب دینے سے جبرًا نہیں روک سکتے یا اس طرح کہ ملائکۂ عذاب سے مقابلہ کریں یا اس طرح کہ بھاگ جائیں یا اس طرح کہ عذاب کو روک سکیں ساری زمین میں کہیں بچاؤ نہیں اور پھر اللہ کے مقابلہ میں ان کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا۔ یہاں کفار کی کمزوری کا اظہار ہے کہ شرارتیں اتنی کرتے ہیں مگر کمزوری کا یہ حال ہے کہ جب عذاب آیا تو اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ ساعۃ آگے پیچھے تاخیر نہیں کر سکتے بچنا تو درکنار۔ ہاں ڈھیل ہے جب تک ہے بلکہ یہ ڈھیل بھی ان کی بدنصیبی ہے کہ اس سے عذاب دائمی کی نشاندہی ہوتی ہے۔ فِي الْاَرْضِ کی قید اس لئے لگائی کہ زمین میں ہی ان کی سرداری، حکومت، طاقت و قوت ہے یہاں ہر طرح سے طاقت استعمال کر سکتے ہیں تو جب یہاں حالت یہ ہے آخرت میں تو ان کے پاس کچھ بھی نہ ہوگا۔ ارض سے یا تمام زمین مراد ہے کہ سارے کافر مل کر بھی اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے یا اس کے فرشتوں سے پناہ نہیں لے سکتے یا مراد ان کا حکومتی علاقہ کہ یہاں تمہارے پاس فوج لشکر ہتھیار سب کچھ ہے مگر پھر بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ لفظ ما کان سے یا دنیا کی زندگی تذکرہ یعنی ماضی ہے اور یا یہ کلام آخرت میں ہوگا کہ ان کو کوئی مددگار نہ تھا۔ دنیا میں تو ذلت و رسوائی کا عذاب آئے گا تو آخرت میں دگنا مارا جائے گا ان کو عذاب کیوں کہ وہ خود بھی گمراہ تھے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتے تھے نہ وہ حق سننے کی ہمت رکھتے تھے نہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھنے کی

کوشش کرتے تھے یہ جملہ نیا ہے جس میں کفار کی شرارتوں کا نتیجہ بیان فرمایا ۔ ان آیات میں رب تعالیٰ نے کفار کی بارہ حالتیں
بیان فرمائیں کیونکہ ان کے مجرمانہ اعمال کی اور کچھ اس کے نتیجے کی ۱. وہ افتراء کرنے والے ہیں ۲. رب تعالیٰ کی بارگاہ
میں ان کی ذلت آمیز حاضری ۳. ان کو دنیا میں ہی ذلت و رسوائی ہوگی ۴. خدا کے ملعون ہوں گے ۵. اللہ کے
دین سے روکنا ۶. دین میں شبہے ڈالنا ۔ یہ چاہنا کہ ہم دین کی طرف نہ جھکیں دین ہمارے لئے جھک جائے
۷. آخرت کے منکر کافر ۸. اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچ پانے والے لم یکونوا معجزین معجزین زاعۃ
ہیں کہ اعجاز یعنی عاجز کرنے کے معنی ہیں کسی کو اس کے عمل و ارادے سے روکنا باز رکھنا ۔ ۹. ان کا کوئی مددگار
نہ ہونا جو ان کو عذاب الٰہی سے بچائے ۱۰. ایسے کفار پر عذاب کا دگنا ہونا ۔ ۱۱. یہ کفار حق سننے کی
ہمت نہیں رکھتے کیوں کہ اپنے وڈیروں کا ان کو ڈر ہے اور وہ اللہ کی نشانیوں پر غور نہیں کرتے ۔ کفار کی اپنی کرتوت
کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہوئی ۔ (اشرف التفاسیر بحوالہ تفسیر کبیر و سراج المنیر)

۱۲. یہی وہ (بدقسمت) ہیں جنہوں نے نقصان پہنچایا اپنے آپ کو اور گم ہو گئیں ان سے وہ باتیں جو وہ
تراشا کرتے تھے یعنی ان کے سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے ۔ اپنے معبودان باطل سے بخشش
اور نجات کی جو جھوٹی توقعات انہوں نے وابستہ کر رکھی تھیں وہ سب خاک میں مل گئیں ۔ وہ آنکھیں پھاڑ
پھاڑ کر دیکھتے رہے لیکن ان کے خداؤں کا تو کہیں نام و نشان تک نہ تھا (ضیاء القرآن)

لغوی اشارے ✶ یَصُدُّوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع مرفوع صَدٌّ مصدر (نصر) وہ اعراض کرتے ہیں
باز رہتے ہیں، وہ روکتے ہیں ● سَبِيلِ اللهِ : راہ خدا، اللہ کی راہ ۔ سبیل مضاف اللہ مضاف الیہ
حافظ ابو السعادات ابن الاثیر الجزری لکھتے ہیں " سبیل اللہ لفظ عام ہے جو ہر اس خالص عمل
کے لئے آتا ہے جس کی بدولت حق کے تقرب کے راستے پر فرائض، نوافل اور انواع عبادات کی ادائیگی
کے ذریعہ گامزن ہوا جائے اور جب یہ مطلق استعمال ہو تو بیشتر جہاد کے معنی میں آتا ہے حتیٰ کہ کثرت
استعمال کی بناء پر ایسا ہو گیا کہ گویا اسی معنی میں منحصر ہو ۔ (النہایہ فی غریب الحدیث والاثر)
عِوَجًا : کجی ٹیڑھاپن یہ عَوِجَ یَعْوَجُ سے جس کا استعمال ٹیڑھے اور کج ہونے کے لئے ہوتا ہے اسم ہے
ابو زید مشہور امام لغت نے تصریح کی ہے جو کجی آنکھوں سے نظر آئے اس کے لئے عَوَجٌ بالفتح آتا ہے اور جو
آنکھوں سے نہیں بلکہ عقل و شعور سے سمجھ میں آئے اس کے لئے عِوَجٌ بکسر العین آتا ہے ۔ (لغات القرآن)

مفہومات مزید ✶ منکرین حق خود تو گمراہ ہیں ہی دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں ۔ راہ حق یعنی دین حق
میں شبہات پیدا کرکے کجی نکالنا چاہتے ہیں ۔ یبغونہا عوجا ۔ وہ آخرت کے منکر ہیں یہ لوگ اپنے مال و اسباب کے زور اور
کامیابیوں کے نشے میں یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت سے باہر ہو گئے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجنے میں دیر کر رکھی ہے
اپنی حکمت و مصلحت و حلم کے سبب یہ ڈھیل دی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کام کوئی فرضی خودساختہ معبود انکو بچا نہیں سکتا ۲۲

یبغونہا عوجا

۲۴ - ان کو دوگنا زیادہ عذاب ہوگا گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے کا ۔ یہ لوگ نہ حق سن سکتے ہیں اور نہ حق دیکھ سکتے ہیں یہی لوگ
نقصان اٹھانے والے ہیں آخرت میں ان کی تمام فرضی باتیں کھول دی جائیں گی ۔ الغرض اپنے کیے کی سزا دنیا میں ذلت
و رسوائی کی صورت میں اور آخرت میں عذاب شدید کے طور پر ملے گی ۔

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝
مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ
اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

بے شک یہی لوگ آخرت میں زیادہ زیاں کار ہیں * بے شک وہ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اور اپنے رب تعالیٰ کے آگے عاجزی کرتے رہے وہی جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے * دونوں فریقوں کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو (کفار) اور دیکھنے والا سننے والا (مومن) کیا دونوں کا حال برابر ہے پھر تم کیوں نہیں سمجھتے۔ (۱۱/ ۲۲ تا ۲۴ * ت: ج)

۲۲۔ لامحالہ وہ ہی آخرت میں سب سے بڑھ کر نامراد ہوں گے * ان کا گمان آخرت میں یہ نتیجہ پیدا کرے گا کہ وہی سب سے زیادہ خسارے میں رہیں گے یا آخرت میں سب سے بڑھ کر نامراد ہونا واجب ہو گیا ہے * ان کا سب سے زیادہ نامراد ہونا حق اور ثابت شدہ ہے * "اَلْاَخْسَرُوْنَ" اسم تفضیل کا صیغہ ہے یعنی سب سے زیادہ نامراد اور خسارہ پانے۔ بات یہ ہے کہ دوسروں کی نامرادی تو کفر اور معاصی کی وجہ سے ہوگی اور یہ خود کافر ہونے کے علاوہ دوسروں کو بھی ایمان سے روکنے والے ہیں اس لئے ان کی نامرادی سب سے زیادہ ہوگی (بحوالہ تفسیر مظہری)

۲۳۔ بے شک وہ لوگ کہ جن چیزوں پر ایمان لانا واجب ہے ان پر ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں کمی نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مطمئن ہیں اور اسی سے انہیں سکون اور چین نصیب ہوتا ہے اور نہایت خشوع و خضوع سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مستغرق رہتے ہیں۔

وہی لوگ جن کے اوصاف مذکور ہوئے بہشتی ہیں اور وہی اس میں ہمیشہ رہیں گے * بے شک وہ لوگ جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی طلب میں بہت خشوع و خضوع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے صرف اسی کو طلب کرتے ہیں اور اسی طلب میں مطمئن ہیں۔ "اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ" یہی لوگ بہشتی ہیں اور "اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ" محاورہ سے ہے کہ کہا جاتا ہے فلاں صاحب الدار یعنی دار کا مالک۔ ایسے لوگ بہشت کے مطلوب کہلاتے ہیں نہ کہ طالب کیوں کہ یہ حضرات اللہ کے طالب ہیں اور بہشت میں بھی وہ ہمیشہ اللہ ہی کے طالب ہو کر رہیں گے۔ (بحوالہ روح البیان)

۲۴۔ (اے سننے والو!) تم کو کتنا تعجب ہوتا کہ دنیا میں دو ہی تو گروہ ہیں۔ ایک طرح کی مخلوق ہے ایک طرح رہتے بستے ہیں مگر ایک تو اندھا اور بہرا ہے اور دوسرا دیکھنے والا سننے والا ہے بھلا کیا یہ دونوں گروہ حال اور صفت میں ایک مثال برابر ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں تو پھر تم کیوں نہیں نصیحت پکڑتے لفظ مثال کا حقیقی معنی ہوتا ہے کسی کو کسی کے صفات یا حالات کے جز ثانیاً ایک جیسے ہونے کی بنا پر تشبیہ دینا

تو مجازاً یہ لفظ تعجب کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے یہاں اسی طرح ہے۔ اندھا اور بہرا یہ دو ذاتیں نہیں بلکہ دو صفتیں ہیں اور یہ عطف ذاتی نہیں بلکہ صفاتی ہے یعنی ذات وہ شخص ایک ہو اور اس میں یہ دونوں حالتیں ہوں کہ اندھا بھی ہو اور بہرا بھی۔ اسی طرح البصیر والسمیع بھی عطف صفاتی ہے یعنی ایک شخص میں دونوں صفتیں ہیں اس حد تک خلاف ملک کے کافروں سے ہے کہ جب کافر اندھا بھی ہے اور بہرا بھی۔ جسمانی طور پر کوئی چاہتا ہے کہ میں اندھا اور بہرا ہو جاوں ہرگز نہیں اس لئے کہ یہ سخت مصیبت اور ہلاکت ہے کیوں کہ اندھے کو آواز دے کر بچایا جا سکتا ہے اور صرف بہرے کو اشارہ کر کے۔ مگر جو دو عیب والے کا بچنا بہت دشوار۔ ان آیات میں کفار کی تین مزید صفات بیان فرمائیں۔ ۱۔ انہوں نے اپنے آپ کو خود گھاٹے میں ڈال دیا۔ ۲۔ ان کی تمام ساعیت بیکار گئی یعنی جو کیا تھا دنیا ہی تک ختم ہو گئی۔ ۳۔ اخروی نقصان وخسارہ شدید انہوں نے یقینی خرید لیا۔ یہ حالتیں ان کی کیوں ہوئیں اس لئے کہ یہ دنیا میں دل کے اندھے بہرے ہو گئے تھے تو اے وجود کا فرو! سنو! تم کیوں عبرت نہیں پکڑتے۔ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے ★ لَا جَرَمَ : یقیناً اور حقاً کا ہم معنی ہے اصل میں اس کا معنی لامحالہ تھا، توسیع استعمال کے بعد قسم یا حق (فعل ماضی) کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔ سیبویہ کا یہی قول ہے اور اس نے خلیل کی طرف بھی اسی قول کی نسبت کی ہے۔ ابوالبقاء نے حقاً یعنی مصدری معنی قرار دیئے ہیں جمہور کا مسلک بھی یہی ہے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فراء کی طرف بھی اس قول کی نسبت کی ہے۔ تفسیر ابوالسعود میں "لا" کو نافیہ اور جرم کو فعل ماضی بمعنی حَقَّ کے قرار دیا ہے۔ مطلب یہ کہ اس فعل کا غیر حقیقی ہونا حق ہے بعض کے نزدیک "لاجرم" کا معنی ہے "لَا بُدَّ وَلَا مَحَالَۃَ" کہ رکاوٹ نہیں، ممانعت نہیں، کوئی روک نہیں سکتا ● اَخْبَتُوْا : وہ جھکے، انہوں نے عاجزی کی۔ اِخْبَاتٌ سے جس کے معنی تواضع اور خشوع وخضوع کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید ★ جو لوگ اپنے شرک وکفر وظلم کے ساتھ دوسروں کو بھی راہ حق سے ایمان اور دین سے روکتے ہیں وہ دوہرے عذاب اور سخت سزا کے مستوجب اور بے حد نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔ دنیا میں ان کی ذلت ورسوائی کے ساتھ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ، نقصان اور زیاں اٹھائیں گے۔ انہوں نے اپنے اعمال بد کے باعث خود ہی جنت کے اعلیٰ درجات کے بجائے جہنم کے گڑھوں کو اپنا ٹھکانہ بنا لیا۔ جنت کے میٹھے ٹھنڈے اور شیریں پانی کی بجائے جہنم کا کھولتا پانی مول لیا

● بے شک جو مومن اور صالح ہیں جو اطاعت حق تعالیٰ میں کامل ہیں انہوں نے اپنے پاک صاف اعمال، قلبی صفائی اور قوت ایمان کے سبب مستحق رحمت پروردگار ہوئے ان کو رہنے کے لئے جنت کی زمین ہے وہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ جنت ہی میں رہیں گے

● اس حقیقت افروز دلنشین مثال کے ذریعہ واضح فرمایا گیا کہ ان دونوں فریقوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا ہو اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھنے والا اور سننے والا ہو۔ کیا دونوں کا حال یکساں ہے؟ کے درمیان اس واضح اور روشن فرق کو کیا تم محسوس نہیں کرتے

۲۲۔ [illegible]

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَن لَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ
إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ۝ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ
مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ
وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ۝

اور بے شک ہم نے بھیجا نوح[۲۵] کو ان کی قوم کی طرف (انھوں نے کہا اے قوم) میں تمہیں کھلا کھلا
ڈرانے والا ہوں * کہ تم نہ عبادت کرو سوائے اللہ تعالیٰ کے بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تم پر عذاب
کا دردناک دن نہ آجائے * تو کہنے لگے ان کی قوم کے سردار جنھوں نے کفر اختیار کیا تھا (اے نوح[۲۶])
ہم نہیں دیکھتے تمہیں مگر انسان اپنے جیسا اور ہم نہیں دیکھتے تمہیں کہ پیروی کرتے ہیں تمہاری بجز ان
لوگوں کے جو ہم میں حقیر و ذلیل (اور) ظاہر بین ہیں۔ اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہیں ہم پر کوئی[۲۷]
فضیلت ہے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں (۱۱/۲۵ تا ۲۷ * ت: ض)

۲۵۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان طویل عرصہ ہے * اس دوران مختلف
خرابیاں عام لوگوں میں پیدا ہو چکی تھیں اخلاقی پستی، ظلم و سرکشی، بے راہ روی اور انکار قیامت
و نیز دامن توحید بھی ان کے ہاتھوں سے چھوٹ چکا تھا۔ خدائے واحد و یکتا کی عبادت کو چھوڑ کر لوگوں نے
ود، سواع، یعوق اور نسر کی پرستش شروع کر رکھی تھی آخرت کی زندگی کا کوئی تصور ان کے ذہن میں
باقی نہ تھا وہ اسی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے اور اس میں زیادہ سے زیادہ دولت، طاقت،
عزت و ناموری حاصل کرنے کے لئے انھوں نے اپنے سارے وسائل داؤ پر لگا دیئے تھے یہ وہ بیماریاں
تھیں جن میں وہ بری طرح مبتلا تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت کا مقصد لوگوں کی انھیں خرابیوں کی اصلاح
تھا * آپ نے ان تمام برائیوں کے خلاف آواز بلند فرمائی لیکن ایک کہرام مچ گیا آپ پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگی (بحوالہ ضیاء القرآن)
۲۶۔ یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو (اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا
کہ وہ قوم کو شرک سے روکیں) * بے شک میں تمہارے لئے دردناک عذاب کے دن سے ڈرتا ہوں * مروی
ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کے ہاں عید کے دن تشریف لائے تو دیکھا کہ قوم والے بتوں کی پرستش
شراب خوری اور جانوروں کی طرح برے کاموں میں مشغول ہیں تب آپ نے انھیں روکا اور کہا کہ اللہ سے
ڈرو اور صرف اسی کی عبادت کرو۔ قوم والے یہ سن کر گھبرائے اور آپ کی تکذیب کی اور آپ کو اذیت پہنچائی (بحوالہ روح البیان)
۲۷۔ تو کہا قوم کے امیروں سرداروں نے جو کافر تھے کہ ہم تو آپ کو اپنے جیسا کھاتا پیتا چلتا پھرتا سوتا
جاگتا دیکھتے ہیں آپ سب کچھ ہماری طرح کرتے ہیں البتہ ہماری محفلوں، میلوں اور ٹھیلوں میں شامل نہیں ہوتے
ہم سے دور دور رہتے ہیں بھلا ایسا شخص نبی ہو سکتا ہے۔ ہم نے آپ کی سابقہ زندگی میں یہی دیکھا ہے کہ آپ کے

آپ کے پاس ادنیٰ درجہ کے مزدور غریب لوگ ہی آتے جاتے رہتے ہیں کوئی امیر، رئیس، سردار قوم کو آپ کے پاس آتے اور آپ کی بات مانتے نہیں دیکھا (آپ ان پر بڑی شفقت کرتے ہیں جنہیں ان کی کم حیثیت کی بنا پر ہم اپنے پاس بیٹھنے نہیں دیتے) ان ادنیٰ درجہ کے لوگوں نے آپ کی اتباع بے سوچے سمجھے کر لی اس لئے کہ ان کے پاس سوچنے والی عقل ہی نہیں ہے، عقل و خرد والے ہم ہیں۔ ہماری عقل کہتی ہے کہ ہم آخر آپ کی کیوں مانیں جب کہ حالت یہ ہے کہ ہم کوئی ایسی فضیلت بھی آپ میں نہیں دیکھتے جس سے لازم آئے کہ ہم آپ کی اتباع کریں نہ آپ لوگوں کے پاس ہم سے زیادہ مال ہے نہ طاقت ہے نہ عقل و خرد ہے جس سے ہم کو پتہ چلے اور ثبوت ملے کہ واقعی آپ لوگ ٹھیک راستے پر ہیں ان باتوں کو سوچتے ہوئے ہم کو یقین ہو چلا ہے کہ آپ لوگ جھوٹے ہیں کہ آپ دعوے نبوت کا اور وہ غریب عوام آپ کی تصدیق میں جھوٹے ہیں * مَلَأُ سے مراد دولت و طاقت سے بھرے ہوئے لوگ۔ بَشَرًا سے مراد ظاہری گوشت پوست کے جسم والے۔ مثل سے ظاہری مشابہت مراد ہے۔ اَرَاذِلُ جمع ہے اَرْذَل کی، مراد مزدور پیشہ محنت کش (غریب لوگ)۔ فضل سے مراد دنیوی زیادتی ہے، مال و دولت، سرداری وغیرہ۔ اس منظر سے کے وقت حالت ایسی تھی کہ تمام کفار، بڑے چھوٹے، جوان بوڑھے اور بیمار ان کو کوڑے ہوئے اور مغرور و متکبر رئیس لوگ جو حضرت نوح کو پریشان کرنے، شکست دینے اور تبلیغ بند کر دینے کے لئے ایسی باتیں کر رہے تھے۔ یہ (تمام) باتیں مختلف رؤسا و امراء کی ہیں۔ (ملخصاً اشرف التفاسیر بحوالہ تفسیر کبیر، صاوی، جمل، خازن، مدارک، مظہری، سراج منیر وغیرہ)

لغوی اشارے * اَلِیْمٍ: دردناک، دکھ دینے والا، بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے • مَلَأُ: اسم جمع نکرہ مرفوع، سرداروں کی جماعت • اَرَاذِلُ: رذالۃ سے نکلا۔ رَذَالَۃٌ سے ہے۔ ارذل عمر سے خرافت سن مراد ہے • بَادِیَ: ظاہر، ظہور، کھلم کھلا، بُدُوٌّ سے جس کے معنی ظاہر ہونے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر • فَضْلٍ: اسم فعل، مہربانی کا دست قائم رکھنا، احسانات، مدد، مغفرت، جنت، فضیلت، برتری، نیکی، مرتبہ، عطا، رزق وغیرہ • نَظُنُّکُمْ: جمع متکلم مضارع کم ضمیر جمع مذکر حاضر۔ ہم تم کو سمجھتے ہیں، ہم تم کو خیال کرتے ہیں (ل ق)

معلومات مزید * حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی سے یاد کیا جاتا ہے جب کہ ان کی بددعا سے عراق میں اب طوفان آیا تو ان کے ساتھیوں کے سوا سب جاندار غرق ہو گیا پھر آپ ہی کی نسل سے دنیا آباد ہوئی (ل ق) حضرت نوح علیہ السلام کا شجرہ نسب اس طرح کتب قدیم میں مرقوم ہے۔ حضرت نوح بن لامک بن متوشالح بن ادریس بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن حضرت آدم علیہ السلام۔ گویا آپ حضرت آدم کی دسویں نسل میں تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نینوا کے رہنے والے تھے، حضرت نوح (روح البیان میں ہے کہ) حضرت ادریس کے بعد سب سے پہلے نبی تھے * حضرت نوح کو جس وقت نبوت ملی اس وقت ان کی عمر شریف چالیس سال تھی اور اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تبلیغ فرمائی۔ آپ طوفان کے بعد ساٹھ سال (دنیا میں) حیات رہے آپ کی عمر کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔ آپ کوفہ میں مدفون ہوئے

صم

حضرت نوح علیہ السلام کا اسم مبارک شاکر تھا اور بکثرت الحاح وزاری کی وجہ سے آپ کو نوح کہا گیا۔ (س م ح ش)

* حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ
فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ۝ وَيٰقَوْمِ لَاۤ اَسْــَٔلُكُمْ
عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا
رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ
طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

اے میری قوم والو! یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل پر قائم ہوں۔ اور اس نے
مجھے رحمت اپنے پاس سے عطا کی ہو اور وہ تمہیں نہ سوجھتی ہو تو کیا ہم اسے تمہارے سر چپکا دیں درآں
حالیکہ تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ * اور اے میری قوم والو! میں تم سے اس (تبلیغ) پر کچھ مال تو
نہیں مانگتا میرا معاوضہ تو بس اللہ ہی کے ذمہ ہے اور میں ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے ہیں نکالنے
والا نہیں یہ لوگ اپنے پروردگار کے پاس حاضر ہونے والے ہیں البتہ میں تمہیں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ
جہالت کئے جا رہے ہو * اور اے میری قوم والو! کون میری حمایت کرے گا اللہ کے مقابلے میں اگر
میں انہیں نکال بھی دوں کیا تم (اتنی سی بات بھی) نہیں سمجھتے۔ (۱۱/ ۲۸ تا ۳۰ * ت: م)

۲۸۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اے میری برادری کے لوگو! مجھے خبر دو اگر میں واضح دلیل پر ہوں اپنے
رب تعالیٰ سے اور وہی دلیل میری نبوت کی صحت کی گواہی دے اور اس نے اپنی طرف سے مجھے خصوصی رحمت
بخشی "اس سے نبوت مراد ہے" لہٰذا وہ بینۃ تم سے مخفی رکھی گئی ہے یعنی تم اس بینۃ سے اندھے کئے گئے
۔ کیا وہ ہم تمہارے گلے سے چسپاں کر دیں یعنی اسے قبول کرنا تمہارے اوپر لازم کر دیں کہ اس سے
ضرور ہدایت حاصل کرو۔ اور تم بیزار ہو یعنی تمہارا یہ حال ہے کہ تم اسے نہیں چاہتے اور نہ ہی تمہیں
اس کی آرزو ہے۔ خلاصہ یہ کہ نوح علیہ السلام نے کفار سے فرمایا۔ مجھے بتاؤ کہ اگر میرے دعویٰ
کی صحت پر حجت اور واضح دلیل ہو لیکن وہ تم سے پوشیدہ ہے نہ تم اسے اپنے دل میں جگہ دیتے ہو
نہ ہم تمہیں اسے قبول کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ (بحوالہ روح البیان)

۲۹۔ اور اے قوم والو! میں تم سے تبلیغ کے عوض کسی مال کا طالب ہوں نہیں جس کا دینا تم پر
بار گزرے اور نہ دو تو مجھ پر بار گزرے (چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے تبلیغ و ہدایت کا معاوضہ
دینے کا وعدہ فرمایا ہے اس لئے) میرا اجر تو بس اللہ کے ذمہ ہے * اونچے طبقہ کو نچلے طبقہ کے ساتھ
بیٹھنا گوارا نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے کہا ہم ایمان اس وقت لائیں گے جب تم ان رذیلوں کو اپنے
پاس سے نکال دو گے۔ ان کی اس درخواست کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اور جو لوگ
ایمان لے آئے ہیں میں ان کو نکالنے والا نہیں کیونکہ یہ لوگ یقیناً اپنے رب سے ملیں گے اور

اور وہاں نکالنے والے سے جھگڑا کریں گے۔ یا یہ مطلب ہے کہ یہ لوگ اس کے قرب کو پہنچیں گے اور خود ان کا حساب
ہو جائیں گے ایسے مقربانِ خداوندی کو میں اپنے پاس سے کیسے نکال سکتا ہوں۔ لیکن واقعی میں تم لوگوں
کو دیکھ رہا ہوں کہ جہالت کر رہے ہو یعنی اپنے رب کی لقا سے ناواقف ہو یا اپنے انجام سے ناواقف
ہو یا ان مومنوں کے مرتبہ قرب کو نہیں جانتے یا اس بات سے ناواقف ہو کہ تمہارا ان کو رذیل
قرار دینا حماقت ہے یا ان کو نکال دینے کی درخواست نادانی سے کر رہے ہو۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

۳۰۔ اے میری قوم مجھ کو ذرا یہ سمجھاؤ کہ یہ مومنین تو میری محبت کا شکار ہیں۔ قرب الٰہی میں آ گئے اب تمہارے
مطالبہ پر ان کو میں دور کر دوں یا ہٹا دوں اپنی مجلس سے ان پروانوں کو ہٹا دوں تو کیا مجھے کسی طرح کا
نقصان نہ ہوگا۔ الحمد یہ کہ اگر یہ دردِ فراق میں روتے رہے اللہ کے حضور حاضر ہو جائیں تو کون میری طرف سے
صفائی پیش کرے گا اور کون میرے رب تعالیٰ کے حضور مدد کرے گا۔ دوسرا یہ کہ تم تو میرے نبی نہیں یعنی الٰہی
بننے کا وعدہ ہی کر رہے ہو وہ بھی ہزار شرطوں کے ساتھ اگر ان کو میں دور کر دوں تم پھر بھی نہ مانو اور میرے
نہ بنو تو میں اللہ کے دین کی مدد کے لیے سچے مخلص کہاں سے پاؤں گا۔ تیسرے یہ کہ تم کافر ہو وہ سچے مومن۔
ان باتوں میں تم غور کیوں نہیں کرتے اور ایسا کیوں نہیں کرتے کہ بغیر مطالبہ کے مومن بن کر بارگاہِ الٰہی میں حاضر
ہو جاؤ اور خود ہی صحبت پکڑو پھر دیکھو غریب مخلص مومن کس طرح تمہارے مددگار بنتے ہیں

لغوی اشارے ✶ عُمِّيَتْ : وہ چھپا دی گئی، وہ نظروں سے اوجھل کر دی گئی۔ تَعْمِيَةٌ سے جس کے معنی
اندھا کر دینے اور چھپا دینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب ● أَنُلْزِمُكُمُوهَا : جمع متکلم مضارع
کم ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول اول ہا مفعول دوم اِلْزَامٌ مصدر (افعال) ہم اس کو تم سے
چپکا دیں۔ ہم اس کو تمہارے گلے مڑھ دیں ● كَارِهُونَ : اسم فاعل جمع مذکر حالت رفع۔ دل سے نفرت
کرنے والے۔ کراہت کرنے والے، بیزار۔ کراہت طبعی بھی ہوتی ہے اور عقلی بھی اور شرعی بھی۔ (لغات)

معلومات مزید ✶ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم مجھے یہ بتلاؤ کہ اگر
مجھ کو میرے رب تعالیٰ کی طرف سے دلیل عطا ہوئی اور مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے پیغمبری عطا کی
ہے اور پھر یہ امر تم پر مخفی رہا اور تم نے اس کو نہ دیکھا تو کیا ہم تم کو اس کے ماننے پر مجبور کریں اور حال
یہ ہے کہ تم اس کو برا سمجھتے ہو یہ ہم سے نہیں ہو سکتا۔

● اور اے قوم والو! اس کارِ تبلیغ پر میں تم سے کوئی اجرت، معاوضہ یا مال بھی تو نہیں مانگتا۔ میرا
اجر و عوض تو میرا پروردگار عطا فرماتا ہے اور میں اہل ایمان کو اپنے پاس سے نکال دینے یا دور کرنے والا
نہیں کیوں کہ وہ تو اپنے رب تعالیٰ کا قرب چاہتے ہیں میں تم کو ایک جاہل قوم دیکھتا ہوں۔

۳۰ ● اہل ایمان و سعادت کو اپنے سے دور کرنا کہیں مولیٰ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب نہ بن جائے
حضرت نوحؑ نے فرمایا اے قوم والو! اگر میں ان لوگوں کو نکال دوں اپنے پاس سے تو پھر
کون ہے جو مجھے اللہ سے بچائے گا۔ کیا تم غور نہیں کرتے

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ
اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ
اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا
فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ
وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝

اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جان لیتا ہوں
اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور میں (انھیں) نہیں کہتا جن کو تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں کہ ہرگز
انھیں اللہ کوئی بھلائی نہ دے گا اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔ ایسا کروں تو ضرور میں
ظالموں میں سے ہوں * بولے اے نوحؑ تم ہم سے جھگڑے اور بہت ہی جھگڑے تو لے آؤ
جس کا ہمیں وعدے دے رہے ہو اگر تم سچے ہو * وہ تو اللہ تم پر لائے گا اگر چاہے
اور تم تھکا نہ سکو گے (۱۱/۳۱ تا ۳۳ * ت : ک)

۳۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے آپ کی نبوت میں شبہے کئے تھے ایک شبہ تو یہ کہ "ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے" یعنی تم مال و دولت میں ہم سے زیادہ نہیں ہو اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں تو تمہارا یہ اعتراض بالکل بے محل ہے میں نے کبھی مال کی فضیلت نہیں جتائی اور دنیوی دولت کا تم کو متوقع نہیں کیا اور اپنی دعوت کو مال کے ساتھ وابستہ نہیں کیا پھر تم یہ کہنے کے کیسے مستحق ہو کہ ہم تم میں کوئی مالی فضیلت نہیں پاتے اور تمہارا یہ اعتراض محض بیہودہ ہے۔ (حاشیہ کنز الایمان)

● (یعنی) اے کافرو! میں نبوت کی اتباع کو مال و منال اور جاہ و مراتب پر موقوف نہیں کرتا کہ جس کے نہ ہونے سے تم میری نبوت کا انکار کرو بلکہ میں اپنی اتباع کی دعوت اس لئے دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اس پر میں تمہارے پاس مضبوط اور قوی دلیل لایا ہوں (روح البیان)

۳۲۔ بولے تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور تمہارا جھگڑا طول پکڑ گیا ہے اب زیادہ باتیں نہ کرو اب تم وہ عذاب لاؤ جس کا تم نے عذاب یوم الیم سے وعدہ کیا ہے۔ دیکھیں تو سہی کہ تم کتنے سچے ہو۔ ہمیشہ غلط کار آدمی سمجھتا ہے کہ میں جھگڑالو نہیں ہوں سچے آدمی کو جھگڑالو سمجھتا ہے یہاں بھی وہی حالت ہے جو جھگڑے کی نسبت حضرت نوحؑ کی طرف کر رہے ہیں اور سمجھانے کو دلائل دینے کو کثرت جدال کہہ رہے ہیں۔ صادقین سے مراد اس وعدے میں سچا ہونا ہے۔ یہ کلام یا تو آخری ہے جیسا کہ اگلی گفتگو سے ظاہر ہے یعنی اے نوح تم ہم سے ساڑھے نو سو سال جھگڑتے رہے نہ ہم نے تم کو مانا نہ تم جھگڑے سے باز آئے اور یا یہ اول کلاموں میں سے ہے جدال بنا ہے جدل سے اس کے معنی ہیں حقیقت کے خلاف بات پر مصر ہونا، ضد کرنا قوم نوح (علیہ السلام) کے کفار کی نظر میں اور عقلی حقیقت سے میں حضرت نوحؑ کی سب باتیں حقیقت

کے خلاف تھیں وہ کہتے تھے بشر کا نبی ہونا حقیقت سے بعید ہے کیونکہ انہوں نے جس بشر کو دیکھا تھا فسق و فجور کردار، برے اعمال کا مالک ان کے ذہن میں بشر کا تصور صرف یہی تھا انہوں نے انسانیت کا معیار صرف یہی سمجھا تھا اور مقصد حیات یہی جانا تھا کہ انسانیت صرف دنیا پرستی کا نام ہے یہی وہم تھا کہ انہوں نے کہا کہ ارے کیا بشر بھی نبی ہو سکتا ہے۔ حضرت نوح نے یہی سمجھایا جاتا تھا کہ اے بیوقوفو! تمہارے اس کردار کا نام بشریت نہیں ہے۔ مقام اور درجہ بشریت تو یہ ہے کہ ملائکہ بھی رشک کریں۔ نبی تو نبی عام مومن سے بھی تم ہمسری نہیں کر سکتے کہ وہ انوار و تجلیات سے بہرہ مند اور تم اندھیروں ظلمتوں میں بھٹکنے والے۔ تم لوگوں نے اللہ کے نبی سے بھی اپنی دنیا پرستی والی امیدیں وابستہ کیں۔ انبیاء سے رب تعالیٰ اور آخرت کو پانے کی کوشش کرو۔ (کوثر انوار التفاسیر)

۳۳۔ نوح علیہ السلام نے کہا اگر اللہ ہی چاہے گا تو تم پر عذاب لے آئے گا اور تم اس کو بے بس بنا دینے والے نہیں کہ آئے عذاب کو ٹال سکو یا اس سے بھاگ سکو (تفسیر مظہری)

لغوی اشارے * خَزَآئِنُ : خزانے، خِزَانَۃٌ اور خَزِیْنَۃٌ کی جمع ● غَیْب : پوشیدہ ہونا، غیر حاضر ہونا، انسان کے علم و احساس سے بالاتر ہونا، وہ چیزیں جو آدمی کی حس اور عقلی رسائی سے خارج ہوں ● تَزْدَرِیْ : وہ حقیر دیکھتی ہے اِزْدِرَاءٌ سے جس کے معنی حقیر سمجھنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مونث غائب ● جِدَال : جھگڑا کرنا، باب مُفَاعَلَۃٌ کا مصدر ہے، باہم جھگڑنے اور ایک دوسرے پر چھا جانے کے لئے گفتگو کرنے کو "جدال" یعنی دھاندلی کرنا کہتے ہیں یہ جَدَلْتُ الْحَبْلَ سے ماخوذ ہے جس کا استعمال رسی بٹنے کے لئے ہوتا ہے" چونکہ جھگڑا کرنے میں بھی بڑے پیچ و تاب کھانے پڑتے ہیں اور ہر ایک دوسرے کی رائے کو اپنے ہی پیچ میں لانا چاہتا ہے" اس لئے اس طرح کی گفتگو کو جدال کہا جاتا ہے بعض علماء کا قول ہے کہ اصل میں جدال کے معنی کشتی لڑنے اور مقابل کو زمین پر دے پٹخنے کے ہیں جَدَالَۃٌ سخت زمین کو کہتے ہیں جدال اسی سے لیا گیا ہے * جَادَلْتَنَا ۔ تو نے ہم سے جھگڑا کیا جَادَلْتَ مُجَادَلَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر نا ضمیر جمع متکلم * جِدَالَنَا ہم سے جھگڑنا جدال مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ● تَعِدُنَا : تو ہم سے وعدہ کرتا ہے تو ہمیں دھمکاتا ہے تَعِدُ وَعْدٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر نا ضمیر جمع متکلم یہاں بھی وعید ہی کے معنی مراد ہیں۔ (ل ق)

معلومات مزید * جن لوگوں کو ان کی مفلسی کی وجہ سے تم (اے کافرو) حقیر سمجھتے ہو اور ان کو اراذل کہتے ہو چونکہ ظاہری ناداری اور مفلسی کو آنکھوں سے دیکھ کر (کفار انہیں) حقیر جانتے تھے ان کے کمالات اور فضائل فاضلہ پر غور نہیں کرتے تھے بلکہ دنیا میں اللہ نے ان کو ایمان و ہدایت کی جو توفیق عطا فرمادی اور آخرت میں جو بلندی مرتبہ اور جنت عطا فرمائے گا وہ تمہارے اس دنیاوی مال و جاہ سے بہتر ہے

● قوم کے کافر حضرت نوح علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اے نوح (علیہ السلام) تم نے ہم سے جھگڑا کیا سو بہت جھگڑا اور جس (عذاب) کے لانے کی بات ہم سے کی اور وعدہ کیا اگر تم صادقین سے ہو تو اس کو لے آؤ۔

● حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کے سرکشوں سے کہا یہ اللہ تعالیٰ کی منشا و اختیار پر ہے اللہ ہی اسے (عذاب) کو لے آئے گا تمہارے پاس جب وہ مناسب سمجھے گا اور جب اس کا عذاب آجائے تو تم کسی طرح بچ نہ پاؤ گے

قف وَلَا يَنفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدتُّ أَنْ أَنصَحَ لَكُمْ إِن كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَن يُغْوِيَكُمْ ۚ هُوَ رَبُّكُمْ
وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ
مِّمَّا تُجْرِمُونَ ۝ وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ
بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝

اور میری نصیحت تم کو (کچھ بھی) فائدہ نہ دے گی گو میں کتنی ہی نصیحت کرنا چاہوں اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارا گمراہ رکھنا ہی منظور ہے۔ وہ تمہارا رب تعالیٰ ہے اور اسی کی طرف تم کو پھر جانا ہے * کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نے خود بنا لیا ہے تو کہدو اگر میں نے از خود بنا لیا ہے تو اس کا گناہ مجھ پر ہے اور میں تمہارے گناہوں سے بری ہوں * اور نوحؑ کی طرف (یہ) وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں سے اب کوئی ایمان نہ لائے گا مگر جو (لانا تھا) لا چکا پھر تم ان کی باتوں پر جو وہ کر رہے ہیں کچھ غم نہ کرو۔ (۱۱/ ۳۴ تا ۳۶ * ت : ح) ←

۳۴۔ جب نوح علیہ السلام نے ان کے تمام قولوں کا جواب مکمل شافی دے دیا اور سمجھ لیا کہ یہ قوم درست نہیں ہو سکتی تو آخری کلام فرما کر حجت ختم کر دی کہ اے قوم تم کو میری نصیحت نفع نہیں دے سکتی خواہ میں تم کو کتنی ہی نصیحت کروں اگر اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ تم کو تمہاری سابقہ حرکات اور ظلموں کی وجہ سے بھٹکا ہوا رہنے دے وہی تمہارا خالق و مالک ہے اس کو تم میں تصرف کرنے کا پورا اختیار ہے اور یہ تو دنیا کے عذاب کی بات ہے تم تو مر کر بھی اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے وہاں کا دائمی عذاب اس کے علاوہ ہے * مقصد کلام یہ ہے کہ انبیاء کرام ہوں یا اولیاء عظام علمائے ملت ہوں یا صوفیاء امت ہوں کفار اور فساق کو کسی کی نصیحت اس حالت میں مفید نہیں ہو سکتی جب کہ ارادہ الٰہیہ میں ان کا بھٹکنا گمراہ ہونا مقدر ہو چکا ہے۔ لہذا مبلغین امت کو دو چیزوں کا خیال رکھنا چاہیئے ایک یہ کہ اگر اس کی تبلیغ سے کسی گمراہ کو ہدایت مل جائے تو اللہ کا شکر ادا کرے کہ ہدایت اللہ نے دی ہے عزت اسی کی ہے [?] اپنی بڑائی نہ کی جائے کہ یہ میری فصاحت میرے حسن بیان سے ہوا ہے۔ دوسری یہ کہ مجرم سے نفرت نہیں کرنی چاہیئے جرم سے نفرت چاہیئے (بحوالہ اشرف التفاسیر)

۳۵۔ کیا نوح علیہ السلام کی قوم کہتی ہے کہ نوح علیہ السلام نے افترا سے کام لیا ہے اور وحی اپنی طرف سے گھڑ لی ہے افتراہ کی ضمیر نوح علیہ السلام کی طرف اور ہ کی ضمیر وحی کی طرف راجع ہے۔ اے نوح (علیہ السلام) فرمایئے اگر بفرض محال اگر میں نے اس سے افترا کیا ہے تو اس جرم کا وبال میرے سر پر ہو گا گویا حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا میں سچا ہوں اور اگر تم میری تکذیب کرتے ہو تو یاد رکھو اس انکار سے تمہیں سخت عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ میں تمہارے جرائم سے (جن کا تم ارتکاب کر رہے ہو) بیزار ہوں (اور تمہارے جرائم اور گناہوں سے بری ہوں) تم میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے (روح البیان)

۳۶۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو آئندہ کسی کے مومن (نہ) ہونے سے (متعلق بتا دیا) تاکہ آپ لاحاصل

تبلیغ کی تکلیف سے محفوظ رہیں اور آئندہ کسی کو سرکشی سے نہ روکیں اور کوئی فکر نہ کریں جب حضرت نوح علیہ السلام کو معلوم ہوگیا کہ اللہ ان (نافرمانوں) کو ہلاک کرنے والا ہے تو دعا کی رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا * محمد بن اسحٰق نے عبید بن عمیر لیثی کی روایت سے لکھا ہے کہ قوم نوح والے حضرت نوحؑ کو پکڑ کر پچھاڑ کر اتنا گلا گھونٹتے تھے کہ آپ بیہوش ہوجاتے تھے۔ جب آپ کو ہوش آتا تو دعا کرتے الٰہی میری قوم کو معاف کردے وہ نادان ہیں، جب قوم کی نافرمانی بڑھتی چلی گئی اور قوم کے ہاتھوں سے دکھ اور اذیت میں اضافہ مسلسل ہوتا رہا تو آپ نا امید ہوگئے اور آئندہ نسل کا انتظار کرنے لگے کہ شاید ان کی اگلی نسل ہدایت یاب ہوجائے یونہی نسل در نسل چلتی گئی اور ہر پچھلا اگلے سے زیادہ خبیث ہوتا رہا اور پیچھے لوگ کہنے لگے یہ دیوانہ تو ہمارے باپ دادا کے سامنے سے چلا آتا ہے آخرکار نوح علیہ السلام نے اللہ سے اپنا دکھ عرض کیا اور دعا کی ... (تفسیر مظہری)

لغوی اشارات * يَنْفَعُكُمْ : واحد مذکر غائب مضارع۔ نَفْعٌ سے منفی کُمْ ضمیر مفعول وہ تم کو فائدہ نہ دے گا وہ ہرگز تم کو فائدہ نہیں پہنچائے گا • نُصْحِي : مضاف و مضاف الیہ (اسم) میری خیر خواہی • يُغْوِيَكُمْ : واحد مذکر غائب مضارع منصوب إِغْوَاءٌ مصدر (افعال) کُمْ ضمیر مفعول۔ تم کو گمراہ چھوڑ دیا کہ تم گمراہ رہو • إِجْرَامِي : میرا جرم کرنا إِجْرَامٌ بروزن افعالٌ بمعنی جرم کرنا مصدر ہے۔ إِجْرَامٌ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ • بَرِيءٌ : بیزار، بے تعلق، بے گناہ بروزن فَعِيلٌ بَرَاءَةٌ سے بمعنی اسم فاعل • تَبْتَئِسْ : تو غم کھائے، تو غمگین ہووے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے یہاں لا نہی داخل ہے اس لئے فعل نہی ہے (ل ق)

معلومات مزید * حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا حضرت نوحؑ چالیس سال کی عمر میں پیغمبر ہوئے اور طوفان کے بعد ساٹھ سال جیتے رہے مقاتل نے وقت بعثت سو سال کی عمر بتائی، بعض نے پچاس برس اور بعض نے دو سو پچاس برس بیان کیا ہے حضرت نوحؑ کی عمر الغرض ایک ہزار چار سو پچاس برس ہوئی اور یہ بات تو ناقابل شک ہے کہ ساڑھے نو سو برس تک آپ قوم کو نصیحت کرتے رہے (مظہری) قوم والے حضرت نوحؑ کی نصیحت و خیر خواہی، دعوت و تبلیغ کے عوض ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے زد و کوب کرتے اس قدر اذیت جسمانی پہنچاتے کہ آپ بیہوش ہوجاتے یہ دیکھ کر وہ خیال کرتے کہ آپ نے وفات پالی ہے اس وجہ سے نمدہ میں لپیٹ کر گھر پہنچا دیتے لیکن جب آپ کو ہوش آتا اور درد و تکلیف رفع ہوتی تو آپ دوسرے دن پھر لوگوں کو دعوت حق دینے کے لئے نکل پڑتے لوگوں کی زیادتیوں کے باوجود ان کے لئے بارگاہ الٰہی میں معذرت کرتے کہ یہ لوگ نادان اور ناواقف ہیں اے اللہ ان کی مغفرت فرما۔ آپ آئندہ نسلوں کا انتظار کرتے کہ شاید وہ ہدایت یاب ہوجائیں

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا میں سب سے کڑی مصیبت والا نبی ہوتا ہے یا مصفّی (متقی)۔ حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنے تم عطیہ ملنے سے خوش ہوتے ہو انبیاءؑ مصیبت پر اس سے زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ فرمایا: سب سے زیادہ کڑی مصیبت انبیاء کی ہوتی ہے اس کے بعد ان لوگوں کی جو باقی لوگوں سے افضل ہوں۔ آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مرتبہ کے موافق ہوتی ہے (الم بخاری ترمذی) (ابن ماجہ)

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ۝ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ۝ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝

اور بنایئے ایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم سے اور نہ بات کیجیے مجھ سے ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ظلم کیا وہ ضرور غرق کر دیئے جائیں گے * اور نوح کشتی بنانے لگے اور جب بھی گزرتے ان کے پاس سے ان کی قوم کے سردار (تو) آپ کا مذاق اڑاتے۔ آپ کہتے اگر تم مذاق اڑاتے ہو ہمارا تو (ایک دن) ہم بھی تمہارا مذاق اڑائیں گے جس طرح تم مذاق اڑاتے ہو * سو تم جان لوگے کہ کس پر آتا ہے عذاب جو رسوا کر دے گا اسے اور (کون ہے) اترتا ہے جس پر عذاب ہمیشہ رہنے والا۔ (۱۱/۳۷ تا ۳۹ * ت ا ص)

۳۷۔ اور کشتی بنایئے "جب کفار سے ایمان کی بالکلیہ امید منقطع ہو گئی اور دیکھا کہ ان کو دعوت و تبلیغ اب کسی قسم کا فائدہ نہ دے گی اور ادھر ان پر عذاب کے نزول کا وقت بھی قریب ہو گیا تو حکم ہوا کہ اب کفار کے ایمان کی جدوجہد ختم کر کے کشتی بنایئے ہماری نگرانی میں (بِأَعْيُنِنَا۔ العین ضروری نہیں کہ اس آلہ کو کہا جائے جس سے کام کرنے کے لئے مدد لی جائے بلکہ یہ تو حفظ شے کا ایک سبب ہے لیکن اسے عین سے تعبیر کرنا مجازاً ہے * یہاں یہی معنی موزوں ہے کہ اعین بمعنی نگرانی و حفاظت) اور ہماری وحی کے مطابق کشتی تیار کیجیے" حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا علم نہ تھا اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا کہ اسے پرندے کے سینے اور اس کی دموں کی طرح تیار کیجیے۔ آپ نے لکڑی کاٹنے کا آلہ اٹھایا اور لکڑی کاٹنا شروع کیا تو لکڑی کشتی کے ڈھانچے کے مطابق کٹتی گئی۔ لیکن مجھے ظالموں کے متعلق نہ کہنا اور نہ ہی ان سے عذاب کے دفع کرنے کی دعا مانگنا بے شک وہ غرق کیے جائیں گے ان کا غرق ہونا لکھا جا چکا ہے قلم نے جو لکھا سو ہو کر رہے گا اب کسی پر کرم نہ ہوگا وہ عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتے ان پر حجت تمام ہو چکی ان پر عذاب آئندہ نسلوں کے لئے عبرت ہو گی اور یہ لوگ ان کے لئے مثال بنیں گے۔ (روح البیان)

۳۸۔ حضرت نوح علیہ السلام کو حکم الٰہی ملا اور آپ فوراً تعمیل کے لئے کمربستہ ہو گئے لکڑی لائی جا رہی ہے اسے چیرا جا رہا ہے تختے نکالے جا رہے ہیں دیگر ضروری چیزیں فراہم کی جا رہی ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کل تک تو وعظ و تذکیر میں مصروف تھے اب تیشہ اور آری ہاتھ میں لئے دنیا و مافیہا سے انجان کشتی بنائے جا رہے ہیں۔ آپ کے ہم وطنوں یعنی قوم کے کفار سرداروں کو مذاق اور تمسخر کا ایک اچھا بہانہ مل گیا۔ طرح طرح کے آوازے کسے جانے لگے۔ حضرت کیا نبوت چھوڑ کر اب بڑھئی بن گئے ہیں۔ صاحب! کیا یہ کشتی خشکی میں چلے گی۔ یہاں کوئی دریا یا سمندر نہیں۔ غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں لیکن اللہ تعالیٰ کے بندوں اور نبی تعمیل حکم میں محو ہیں آپ نے

(اقوال)
(بحوالہ ضیاء ...) 1193

پہلے ان کے اعتراضات کو کچھ اہمیت دی تھی کہ آپ نے توجہ کرتے اتنا فرمادیا کہ آج جو تم ہمارا مذاق کر رہے ہو کل ہماری باری آنے والی ہے
۳۸ - اور آئندہ تم کو معلوم ہو جائے گا کس پر رسوا کن عذاب آئے گا اور دائمی عذاب نازل ہوگا چنانچہ طوفان میں غرق ہونے کا
ان پر عذاب آگیا اور سب ڈوب کر عالم برزخ میں پہنچ گئے جہاں قیامت تک ان پر عذاب ہوتا رہے گا پھر قیامت
(تفسیر مظہری)
میں ان پر عذاب آئے گا یعنی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

لغوی اشارے ✱ صُنْعٌ : کاریگری، بنانا، اچھا کام کرنا۔ صَنَعَ یَصْنَعُ کا مصدر ہے جس کے معنی کاریگری اور نیکی کرنے کے ہیں۔ راغب نے لکھا ہے کہ صنع کے معنی "اجادۂ فعل" کام کو عمدگی سے کرنے کے ہیں۔ پس ہر "صنع" فعل ہے لیکن ہر فعل "صنع" نہیں ہے نیز جس طرح کہ فعل کی نسبت حیوانات اور جمادات کی طرف ہوتی ہے صنع کی نہیں ہوتی۔ ● اَلْفُلْكُ : یہ لفظ مذکر بھی ہے مونث بھی، جمع بھی ہے اور واحد بھی یا جمع بصورت واحد ہے اگر جمع ہوگا تو واحد فُلْكٌ ہوگا جیسے اسدٌ (فارسی) کشتی - جہاز ● اَعْيُنِنَا : ہماری آنکھیں - اَعْيُنٌ مضاف - نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ● سَخِرُوْا انہوں نے ہنسی کی، انہوں نے ٹھٹھا کیا۔ سُخْرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ● مُقِيْمٌ : اِقَامَةٌ مصدر - اصل دوامی - (ل ق)

معلومات مزید ✱ حضرت نوح علیہ السلام نے حسب الحکم کشتی بنائی - جب حضرت نوح کو حکم ملا کہ کشتی بناؤ تو عرض کیا - میرے مالک تختے کہاں ہیں - ارشاد ہوا ساگوان یا ساکھو کا درخت لگاؤ۔ حضرت نوح نے ساکھو کا درخت لگا دیا بیس سال تک وہ درخت نشوونما پاتا رہا اس عرصہ میں حضرت نوح نے نہ تبلیغ کی اور نہ قوم کے لوگوں نے کوئی استہزا کیا جب درخت پورا ہو گیا اور حضرت نوح نے بحکم الٰہی اسے کاٹ کر سکھایا پھر عرض کیا پروردگار اب کشتی کیسے بناؤں۔ ارشاد ہوا اس کی تین شکلیں رکھو اگلا سرا تو مرغ کے سر کی طرح ہو اور پچھلا حصہ مرغ کی دم کی طرح اور سینہ پرندے کے سینے کی طرح (آگے کو نکلا ہوا) اور دونوں پہلوؤں پر دریچے ہوں اور لوہے کی کیلوں سے اس کو مضبوط کر دیا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کے ذریعہ حضرت نوح کو کشتی بنانا سکھایا۔ (بحوالہ اسحٰق بن بشر بروایت حضرت ابن عباسؓ - م) حضرت نوح علیہ السلام نے ۲ سال کے عرصہ میں کشتی تیار کی۔ کشتی کا طول تین سو ہاتھ اور عرض پچاس ہاتھ اور اوپر کی بلندی تیس ہاتھ تھی - کشتی کی ساخت ساکھو کے تختوں کی تھی اور تین درجے تھے نچلے درجے میں جنگلی جانور اور درندے اور چوپائے تھے درمیانی منزل میں گھوڑے اونٹ (اور پالتو چوپائے) تھے اور بالائی منزل میں حضرت نوحؑ اور آپ کے ساتھی اور کھانے پینے کا ضروری سامان تھا (بغوی بروایت حضرت ابن عباسؓ) زید بن اسلم کا قول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ۱۰۰ برس تک درخت بوتے اور (لکڑی) کاٹتے رہے اور سو برس تک کشتی بناتے رہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ چالیس برس تک درخت بوتے اور چالیس برس تک (ان کی لکڑی کو) خشک کرتے رہے۔ کعب احبار کا قول آیا ہے کہ نوحؑ نے تیس برس میں کشتی بنائی۔ یہ بھی منقول ہے کہ کشتی کی تین منزلیں تھیں نچلا درجہ چوپایوں اور جنگلی جانوروں کے لئے تھا درمیانی منزل میں آدمی تھے اور بالائی طبقہ میں پرندے۔ ثعلبی نے لکھا ہے کہ کشتی کا طول اسی ہاتھ اور عرض پچاس ہاتھ بلندی اوپر کو تیس ہاتھ اور ہاتھ سے مراد ہے (پہنچے سے مونڈھے تک) حسن کا قول ہے کہ کشتی کا طول ۱۲۰۰ ہاتھ ۴۴

[illegible]

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ
اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ وَقَالَ ارْكَبُوْا
فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ
كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰى نُوْحُ ۨابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

(اس طرح کے مکالمات جاری رہے) یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور زمین میں سے پانی ابلنا شروع ہوا ہم نے کہا کہ اس (کشتی) میں ہر قسم کے جوڑوں میں سے دو دو کو چڑھالو اور اپنے گھروالوں کو بھی بجز ان کے جن پر حکم نافذ ہو چکا ہے اور (ہاں) دوسرے ایمان والوں کو بھی اور ایمان ان کے ساتھ بہت کم لوگ لائے تھے * اور (نوحؑ نے) کہا (آؤ) اس میں سوار ہو جاؤ اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا ہے اور اس کا ٹھہرنا بے شک میرا پروردگار بڑا بخشنے والا ہے بڑا رحمت والا ہے * اور وہ (کشتی) انھیں لے کر چلنے لگی پہاڑ جیسی موجوں میں اور نوحؑ نے اپنے لڑکے کو پکارا اور وہ کنارے پر تھا کہ اے میرے بیٹے سوار ہو جاؤ ہمارے ساتھ اور کافروں کے ساتھ مت رہو۔ (۱۱/۴۰ تا ۴۲ * ت : م)

۴۰۔ جب عذاب کا حکم آ پہنچا اور تنور ابل پڑا (تو) فرمایا ہر ایک قسم کے جانوروں میں سے ایک ایک نر اور ایک مادہ یعنی ۲ عدد کشتی میں چڑھالو۔ اور اپنے گھر والوں کو بھی باستثناء اس کے جس (کے ڈوبنے) کا حکم پہلے ہی نافذ ہو چکا ہے اور دوسرے مومنوں کو سوار کر لو۔ نوحؑ کے ساتھ ایمان لانے والے بس تھوڑے ہی تھے۔ (تفسیر مظہری)

۴۱۔ اور کہا اس میں سوار ہو یہ کہتے ہوئے کہ "اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا ہے" (اس میں تعلیم ہے کہ بندے کو چاہیئے جب کوئی کام کرنا چاہے تو اس کو بسم اللہ پڑھ کر شروع کرے تاکہ اس کام میں برکت ہو اور وہ سبب فلاح ہو۔ ضحاک نے کہا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام چاہتے تھے کہ کشتی چلے تو بسم اللہ فرماتے تھے کشتی چلنے لگتی تھی اور جب چاہتے تھے کہ ٹھہر جائے بسم اللہ فرماتے تھے کشتی ٹھہر جاتی تھی) بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

۴۲۔ طوفان کی شدت کا بیان ہو رہا ہے یعنی یہی نہیں کہ سیلاب آ گیا اور وادیاں بستیاں پہاڑ اور اونچے ٹیلے غرقاب ہو گئے اور اس کی پر سکون سطح پر کشتی آہستہ آہستہ چلی جا رہی تھی نہیں بلکہ اس میں خوفناک قسم کی تند و تیز موجیں اٹھ رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پانی کا پہاڑ بڑھا چلا آ رہا ہے اس دل دہلا دینے والی خوفناک طغیانی میں ایک کشتی اللہ کے سعادت مند بندوں کو لئے ان دھاڑتی ہوئی موجوں کو چیرتی ہوئی سلامتی سے چلی جا رہی تھی۔ اس حال میں آپ (حضرت نوح علیہ السلام) کو اپنا بیٹا کنعان نظر آیا۔ جو آپ کی رفاقت اور سنگت کو چھوڑ کر الگ ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کافروں کا ساتھ چھوڑ دے اب بھی سمجھ

دل سے تابع ہو جاؤ۔ یعنی ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا بچ جائے گا۔

لغوی اشارات ✶ فَارَ : واحد مذکر غائب ماضی معروف فَوْرٌ فُوْرٌ اور فَوَرَانٌ مصدر ۔ جوش مارا، ابلا (باب نصر)

تَنُّوْرٌ۔ تنور جس میں روٹی پکائی جاتی ہے۔ علامہ خازن بغدادی تفسیر لباب التاویل میں رقمطراز ہیں: "تنور فارسی زبان کا لفظ ہے مُعَرَّب ہے چونکہ اہل عرب اس کے دوسرے نام سے واقف نہیں اس لئے قرآن مجید میں یہی لفظ استعمال ہوا اور جس لفظ کو وہ جانتے تھے وہی بتایا اور بعض کا قول ہے کہ "تنور" فارسی اور عربی دونوں میں اسی طرح ہے (اس لئے یہ عربی بھی ہے اور فارسی بھی) اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اصل میں تو "تنور" عجمی لفظ ہے پھر جب عرب نے اس کو بولنا شروع کیا تو عربی ہو گیا جیسے دیباج وغیرہ الفاظ ہیں۔ یہاں تنور سے کیا مراد ہے اس بارے میں اختلاف ہے۔ عکرمہ اور زہری کا بیان ہے کہ سطح زمین مراد ہے کیونکہ نوح علیہ السلام سے کہا گیا تھا کہ جب تم پانی کو سطح زمین پر ابلتا ہوا دیکھو تو کشتی پر سوار ہو جانا پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تنور کے جوش مارنے (یعنی سطح زمین کے ابلنے) کو نوح علیہ السلام کے لئے اس حادثہ عظیم کی علامت قرار دیا گیا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ "فار التنور" کے معنی ہیں "طلع الفجر ونور الصبح" (یعنی پو پھٹ گئی اور صبح روشن ہو گئی) صبح کی روشنی کو تنور میں سے آگ نکلنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔ حسن بصری، مجاہد اور شعبی کہتے ہیں کہ تنور وہی ہے جس میں روٹی پکائی جاتی ہے یہی اکثر مفسرین کا قول ہے اور یہی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک روایت میں منقول ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ لفظ جب حقیقت اور مجاز میں دائر ہو تو اس کا حقیقت ہی پر حمل کرنا اولیٰ ہوتا ہے اور لفظ تنور اس جگہ کے نام کے لئے کہ جہاں روٹی پکائی جاتی ہے حقیقت ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ الف لام "التنور" میں ہے وہ عہد کا ہے اور یہاں پہلے سے سامع کے نزدیک کوئی چیز متعین نہیں لہٰذا تنور کا کسی اور معنی پر محمول کرنا ضروری ہے اور وہ معاملہ کے شدت اختیار کر جانے کے معنی ہیں یعنی معنی یہ ہوں گے کہ جب پانی شدت سے ابلنے لگے اور زور کرے تو اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو بچاؤ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بعید نہیں کہ نوح علیہ السلام کو وہ تنور معلوم ہو۔ حسن بصری کا بیان ہے کہ وہ تنور پتھر کا تھا اور حضرت حوا اس میں روٹیاں پکایا کرتی تھیں پھر وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آ گیا تھا اور ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ جب تم دیکھو کہ پانی تنور سے ابل رہا ہے تو اپنے ساتھیوں کو لے کر کشتی میں سوار ہو جانا۔ (لباب التاویل ج ۳ ص ۱۸۹ طبع مصر ۱۳۳۱ھ) بحوالہ (لغات القرآن)

معلومات مزید ✶ حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا کہ جونہی تنور سے پانی جوش زن ہو آپ مع اپنی جماعت کشتی میں سوار ہو جانا جب تنور سے پانی نے جوش مارا تو آپ فوراً اپنی جماعت کی معیت میں کشتی میں سوار ہو گئے۔ جیسے تنور کے متعلق اختلاف ہے ایسے ہی اس کے مکان میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں وہ تنور کوفہ میں تھا مسجد شریف کی داہنی جانب کندہ کے متصل بعض کہتے ہیں غرق ہونے والا مسجد کوفہ کے قریب تھے لوگوں کو غرق ہونے کا مقام یہی تھا یعنی مسجد شریف کے کونے سے پانی جوش زن ہوا (کذا فی القاموس) بعض کہتے ہیں وہ تنور طوفان سے پہلے تھا بعض کہتے ہیں ملک شام میں چشمہ وردہ کے مقام پر تھا۔

قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ
وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ○ وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ
اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○
وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ
اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ○

بولا اب کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ کہا آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں
مگر وہ جس پر رحم کرے اور ان کے بیچ میں موج آڑے آئی تو وہ ڈوبتوں میں رہ گیا * اور حکم فرمایا گیا کہ
اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی
کوہ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ * اور نوح نے اپنے رب کو پکارا عرض کی
اے میرے رب میرا بیٹا بھی تو میرا گھر والا ہے اور بےشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حکم والا۔
(۱۱/۴۳ تا ۴۵ * ت : ک)

۴۳۔ "بیٹے نے کہا میں آپ کے ساتھ سوار نہیں ہوں گا بلکہ " پہاڑ کی پناہ پکڑ لوں گا وہ مجھے پانی سے بچا لے گا" یعنی
پہاڑ پر چڑھ کر ڈوبنے سے محفوظ رہوں گا۔" (حضرت) نوح (علیہ السلام) نے کہا۔ "آج اللہ کے عذاب سے" جس کا
حکم ہو چکا ہے "بچانے والا کوئی نہیں، سوائے اس کے جس پر وہ رحم کرے" یعنی رحم کرنے والا اللہ ہی بچا سکتا ہے
پہاڑ وغیرہ کوئی چیز بچا نہیں سکتی آج کوئی بھی محفوظ نہ رہے گا سوائے اس کے جس پر اللہ رحم کرے۔" اور دونوں
کے درمیان یعنی (حضرت) نوح (علیہ السلام) اور ان کے بیٹے کے درمیان یا پسر نوحؑ اور پہاڑ کے درمیان لہریں
حائل ہو گئیں اور وہ غرق کردہ لوگوں میں سے ہو گیا یعنی ڈوبنے والوں کے ساتھ وہ بھی ڈوب گیا۔ یا علم الٰہی میں
پہلے ہی یہ بات تھی روایت میں آیا ہے کہ پانی پہاڑوں کی چوٹیوں سے چالیس یا پندرہ ہاتھ اوپر چڑھ گیا تھا۔ (تفسیر مظہری)
۴۴۔ طوفان کو بہت بڑی مدت گزر جانے کے بعد زمین و آسمان کو بمنزلہ ایسے منادی کے ندا کی جس میں ندا کی صلاحیت
ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے زمین نگل لے یعنی پانی پی کر جذب کر لے۔* پانی کے زمین میں دھنس جانے کو استعارہ
کیا گیا ہے" اپنا وہ پانی جو طوفان کی وجہ سے تیرے اوپر چڑھ گیا ہے۔ اور اے آسمان تو اپنا پانی روک لے"
"اقلعت السماء" یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب بارش برستی ہوئی رک جائے۔ یہ حکم چالیس روز کے بعد ہوا
جیسا کہ متعدد بار عرض کیا گیا ہے کہ یہ طوفان مسلسل چالیس شب و روز رہا۔ اور آسمان و زمین کا پانی کم ہو گیا
یہاں تک کہ پہاڑ اور زمین کی سطح ظاہر ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ کفار کو ہلاک و برباد کر دوں گا
اور اہل ایمان کو نجات دوں گا وہ وعدہ پورا ہو گیا اور ہوا یہ یعنی ٹھہر گئی کشتی جودی پہاڑ پر اور کہا گیا کہ
ہلاکت ہو ظالم قوم کے لئے۔
(روح البیان)

* دراصل قوت جاذبہ کا عمل روک دیا گیا ...

1197

۵۱۸۔ شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان منافق تھا اور آپ کے سامنے اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتا تھا اگر وہ اپنا کفر ظاہر کر دیتا تو آپ اللہ تعالیٰ سے اس کی نجات کی دعا نہ کرتے (مدارک بحوالہ حاشیہ کنز الایمان)

لغوی اشارے ✱ اِبْلَعِي: تو نگل جا (فَتَحَ) بَلْعٌ سے جس کے معنی نگلنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مونث حاضر● اَقْلِعِي: تو تھم جا اِقْلَاعٌ سے جس کے معنی تھم جانے اور رک جانے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مونث حاضر● حَالَ: وہ حائل ہو گیا وہ بیچ میں آپڑا (نَصَرَ) حَوْلٌ سے جس کے معنی کسی شے کے متغیر ہونے اور دوسرے سے جدا ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، اور چونکہ حائل ہونے اور بیچ میں آپڑنے میں دوسرے سے جدائی ضروری ہے اس لئے اس معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے● مَوْجٌ: اسم مفرد نکرہ اَمْوَاجٌ جمع۔ پانی کی تھپیڑ، لہر۔ مَوْجٌ مصدر (نصر) ہلنا۔ لہروں کا تلاطم۔ پانی میں لہریں اٹھنا۔ حق اور سچی بات سے مڑنا۔ لوگوں کو پریشان کرنا۔ اَلْمَوْجُ: اسم مفرد۔ معرفہ۔ لہر۔ (ل ق)

معلومات مزید ✱ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ چالیس شب و روز مسلسل موسلا دھار بارش ہوتی رہی اور ساتھ ساتھ زمین بھی پانی اگلتی رہی جیسا کہ فرمان حق تعالیٰ ہے ○ تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے زور کے بہتے پانی سے ○ اور زمین چشمے کر کے بہا دی تو دونوں پانی مل گئے اس مقدار پر جو مقدر تھی۔ (۵۴/۱۱، ۱۲)

وہاں کے سب سے اونچے پہاڑ کے اوپر پندرہ یا تیس یا چالیس گز پانی چڑھ گیا اور کشتی اس پانی کے اوپر کئی ماہ تک تیرتی رہی تفسیر بحر العلوم کے حوالے سے علامہ شیخ اسماعیل حقیؒ نے فرمایا کہ کشتی پانی پر تیرتی ہوئی حرم شریف پہنچی۔ کیسی بھی زمین کا کوئی حصہ خالی نہ تھا کہ وہاں نیچے قرار پکڑتی لیکن حرم شریف کو اللہ تعالیٰ نے طوفان سے محفوظ رکھا تھا کشتی اس کے گرد سات دن چکر کاٹتی رہی● مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے زمین کی خبر لانے کے لئے کوے کو بھیجا وہ کسی مردار پر جا پڑا اور لوٹ کر نہیں آیا تو آپ نے کبوتر کو بھیجا، کبوتر واپس آیا تو اس کی چونچ میں زیتون کا ایک پتہ تھا اور پاؤں کیچڑ میں آلودہ تھے یہ حالت دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام سمجھ گئے کہ پانی خشک ہو گیا۔ کہا گیا ہے کہ آپ نے کوے کو بد دعا دی کہ ہمیشہ ڈرتا رہے۔ اسی بد دعا کا اثر ہے کہ کوا گھروں میں نہیں رہتا اور کبوتر کی گردن میں ایک سبز کنٹھا ڈال دیا اور اس کو امن کی دعا دی، اسی لئے وہ گھروں میں رہنے کا عادی ہے (لغوی) منقول ہے قتادہؓ دس رجب کو کشتی سوار ہوئے اور دس محرم کو جودی پر ٹھہری اور لوگ زمین پر اترے۔ حضرت نوحؑ نے اپنے ساتھ والے سب لوگوں سے فرمایا آج روزہ رکھو● جودی ایک پہاڑ کا نام ہے جو موصل کے قریب ہے اور جبل ارارط کی ایک شاخ ہے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو خوش خبری سنائی کہ تمہارے اوپر نوح علیہ السلام کے سفینۂ مبارک کا نزول ہو گا یہ سن کر تمام پہاڑ فخر سے پھولے نہ سمائے لیکن جودی پہاڑ عجز و انکساری سے جھک گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی عاجزی کو دیکھ کر کشتی مبارک کو اس پر ٹھہرنے کا حکم فرمایا ✱ کون پہاڑ افضل ہے اس بارے میں علماء کے مختلف ۱۲۰

۲۰۲۔ اقوال ہیں۔ ابو قبیس، جبل عرفات، کوہ طور، کوہ قاف لیکن امام سیوطیؒ نے جبل احد کی افضلیت کا استدلال کیا ہے جو واضح ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جبل احد بہشت کے ستونوں میں سے ایک ہے۔ فرمایا "بے شک احد ایک ایسا پہاڑ ہے جو ہمارے ساتھ محبت کرتا ہے اور ہم بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔"

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓي اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۭ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے نوحؑ! وہ تیرے گھر والوں سے نہیں (کیونکہ) اس کے عمل اچھے نہیں پس سوال کیا کرو مجھ سے جس کا تمہیں علم نہ ہو میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ نہ ہو جانا نادانوں سے ✶ (نوحؑ) عرض کرنے لگے میرے پروردگار! میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے کہ میں سوال کروں تجھ سے ایسی چیز کا جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور مجھ پر رحم نہ کرے تو میں ہو جاؤں گا زیاں کاروں سے ✶ ارشاد ہوا اے نوحؑ! (کشتی سے) اتریئے امن و سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتوں کے ساتھ جو آپ پر ہیں اور ان قوموں پر جو آپ کے ہمراہ ہیں اور (آئندہ) کچھ قومیں ہوں گی ہم لطف اندوز کریں گے انھیں پھر پہنچے گا انھیں ہماری طرف سے دردناک عذاب۔ (۱۱/۴۶ تا ۴۸ ✶ ت: ضن)

۴۶۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوحؑ! بے شک تمہارا بیٹا تمہارے اہل سے نہیں۔ اور ہم نے تمہارے اہل کا جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو گیا اور اس کے بعد ہم نے استثناء کیا تھا اور اسی استثناء سے وہ تمہارے اہل میں نہیں رہا۔ کیونکہ اہل سے مراد قرابت دینی تھی کیونکہ مومن و کافر کی کسی قسم کی قرابت دین میں نہیں ہوتی اور وہ کنعان تمہارے دین میں داخل نہیں ہوا بلکہ وہ کافروں میں شامل رہا۔ اسی لئے وہ تمہارا اہل نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس و مجاہد و عکرمہ نے فرمایا کہ کنعان حضرت نوح علیہ السلام کا حقیقی بیٹا تھا لیکن عملی (دینی) لحاظ سے ان کے خلاف تھا (اسی لئے مارا گیا) حکماء فرماتے ہیں جو بیٹا اپنے (نیک) باپ کی پیروی نہ کرے، سمجھو وہ اپنے باپ سے گیا اسی طرح وہ امت جو اپنے نبی علیہ السلام کی تابعت نہ کرے وہ بھی تباہ و برباد ہوتی ہے۔ (روح البیان)

۴۷۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں اس بات سے کہ میں ایسے سوال کروں۔ تیری ہدایت ہی مجھ کو بچانے والی ہے میری توبہ میں ایسی کوبات طلب کروں گا جو میرے مقصود اور مطلوب سے دور ہو۔ تو میری حفاظت فرما اور اگر تو میری بخشش نہ فرمائے سابقہ اس سوال کے بارے میں اور آئندہ بچاکر، اور مجھ پر رحمت نہ کرے کہ کائنات میں درجے بلند نہ کرے اور میری تبلیغ کو قبول نہ کرے کہ یہی میرا سرمایہ حیات ہے تو میں بہت نقصان والوں سے ہو جاؤں۔ (از خزائن التفاسیر)

۴۸۔ ایک ایسے طوفان و سیلاب کے بعد ملک کی جو حالت ہوگئی ہوگی اس کی ہولناکی محتاج بیان نہیں قدرتی طور پر حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو خیال گزرا ہوگا کہ یہ سرزمین زندگی اور زندگی

کے تمام سامانوں سے خالی ہو چکی ہے۔ اب اس وحشت کدہ میں ہم کیوں کر زندگی بسر کریں گے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: وحی کی سلامتی اور برکتوں کے ساتھ زمین پر قدم رکھو۔ یعنی تمہارے لئے اب خوف کی کوئی بات نہ ہوگی اور سامان زندگی کا تمام ہر کہیں پھر ظہور میں آجائیگا۔ چنانچہ آیت ۴۸ میں جو خاتمہ سرگزشت ہے اسی طرف اشارہ ہے "وامم سنمتعھم" کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے بعد جو امتیں آئیں گی انھیں ترجیح زندگی کی ساری کام رانیاں ملیں گی لیکن پھر پاداش عمل سے تباہی میں پڑیں گی۔ (ترجمان القرآن)

لغوی اشارے ✱ اَعِظُكَ: میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں (ضَرَبَ) اَعِظُ وَعْظًا جس کے معنی نصیحت کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ک ضمیر واحد مذکر حاضر ● اِهْبِطْ: تو اتر (ضَرَبَ) هُبُوْطٌ سے جس کے معنی اترنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ● نُمَتِّعُهُمْ: جمع متکلم مضارع تمتیع مصدر (تفعیل) ھم مفعول ہم ان کو فائدہ پہنچائیں گے یعنی دنیوی زندگی میں (سیوطی وخازن) ● مَسَّهُمْ: مس فعل ماضی ھم ضمیر مفعول ان کو پہنچا ● مِنَّا: من حرف جار نا ضمیر جمع متکلم مجرور۔ ہم سے ہماری طرف سے (ل ق)

معلومات مزید ✱ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبولیت کا سبب ایمان اور عمل صالح ہے۔ نجات اور ترقی درجات بھی انہی پر منحصر ہے ✱ بارگاہ حق تعالیٰ میں "اہلیت" کا مدار قرابت دنیوی یا نسبی نہیں بلکہ قرابت دینی ہے مومن اور کافر کے درمیان کوئی تعلق نہیں ہو سکتا ✱ مومن کا کافر سے کوئی رشتہ ولایت نہیں

● نیک لوگوں کا یہی طریقہ ہے کہ انھیں جس بات کی نصیحت کی جائے اسے قبول کر لیتے ہیں اور انھیں جس غلطی پر متنبہ کیا جائے اس پر استغفار کرتے اور ہمیشہ پناہ مانگتے رہتے ہیں ✱ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہیئے ✱ توبہ، استغفار، عفوطلبی، مغفرت چاہنا مومن کا معمول بن جانا چاہیئے ✱ حقیقی توبہ کی دو نشانیاں ہیں ایک یہ کہ آئندہ اس فعل کے ترک پر پختہ ارادہ کر لینا۔ دوسری یہ کہ اظہار ندامت اور استغفار ہر ادا وحرکت ✱ لغزش سے پہلے ہی توبہ مقربان بارگاہ حق تعالیٰ کا معمول ہے

● فرمان ہوا کہ اے نوح کشتی سے جبل جودی کی طرف اتر جاؤ یہ حکم ہوا تھا کہ جودی پہاڑ سے زمین کی طرف اترجاؤ سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور تم پر برکتیں ہوں اور تمہاری نسل اور تمہارے ساتھ اور بھی بہت سی نسلیں ہوں اور جو تمہارے ساتھ ہیں ان پر بھی ✱ حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی اور آدم اصغر بھی کہا جاتا ہے ✱ اللہ تعالیٰ خالق کائنات اور معبود حقیقی ہے رزاق وکریم ہے وہی مالک ومختار اور قادر مطلق ہے کہ قلیل سے کثیر کو پیدا کر دیتا ہے ✱ نوح علیہ السلام نے تمام عالم کو اپنے تین فرزندوں میں تقسیم فرما دیا۔ سام کو بلاد حجاز، یمن اور شام۔ اور حام کو سوڈان اور یافث کو بلاد مشرق (ر) ✱ حضرت نوحؑ کو امن وسلامتی اور بے حد وحساب برکات سے مالا مال فرمایا ✱ ہر غیر محسوس زیادتی کو برکت کہا جاتا ہے ✱ بارگاہ الٰہی میں جو انبیاء کی شان ہے وہ کسی کی نہیں ✱ نبی اگر کسی کو بددعا دیں تو وہ بچ نہیں سکتے ✱ غضب وقہر وبلا سے

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ
مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ
اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝ يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔــلُكُمْ
عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اے النبیؐ نہ تم جانتے تھے نہ تمہاری قوم اس سے پہلے، تو صبر کرو، بے شک بھلا انجام پرہیزگاروں کا ہے * اور (ہم نے قوم) عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو (بھیجا) (انہوں نے) کہا اے قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم تو محض جھوٹی باتیں بنایا کرتے ہو * اے قوم میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میری مزدوری تو اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ (۱۱/۴۹ تا ۵۱ * ت: ک ح ک)

۴۹۔ یہ (نوح علیہ السلام کا قصہ) منجملہ غیبی خبروں کے ہے یعنی جو خبریں تم کو معلوم نہ تھیں (ان میں سے ایک نوح علیہ السلام کا قصہ بھی ہے) جس کو ہم تمہارے پاس وحی کے ذریعہ پہنچا رہے ہیں، نہ تم اس سے پہلے اس کو جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم۔ اس کلام میں تنبیہ ہے اس بات پر کہ قصہ نوح علیہ السلام ایک معجزہ ہے منجانب اللہ، کیونکہ آپ کی قوم اس سے واقف نہیں تھی، ہم نے آپ کو اطلاع دی اور اسی کے مطابق اطلاع دی جیسی گزشتہ آسمانی کتابوں میں تھی۔ گزشتہ آسمانی کتابوں کے بیان سے اس اطلاع کا مطابقت یقیناً معجزہ ہے پس (نوح علیہ السلام کی طرح تبلیغ رسالت پر اور تبلیغ کے راستہ میں کافروں کی طرف سے پہنچنے والے دکھوں پر) صبر کیجئے کیونکہ بلاشبہ (دنیا و آخرت میں) اچھا نتیجہ اور انجام انہی لوگوں کے لئے ہے جو لوگ شرک و معاصی سے بچنے والے ہیں اس جملہ میں صبر کرنے اور شکر گزاری کی علت کا اظہار ہے۔ (مظہری)

۵۰۔ ہم نے عاد کے قبیلہ کے ایک فرد (ہود علیہ السلام کو) رسول بنا کر بھیجا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے قوم عاد سے فرمایا کہ اے میری قوم! ایک اللہ کی عبادت کرو کیونکہ تمہارا اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس لئے صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک مت ٹھہراؤ۔ نہیں ہو تم ... مگر اللہ تعالیٰ پر افترا کرنے والے۔ (روح البیان)

۵۱۔ اے میری قوم میں اپنی اس تبلیغ رسالت پر توحید باری کے درس پڑھانے پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا یہی تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں کو فرمایا۔ سچے نبیوں اور سچی تبلیغ کی یہی شان ہے نہ جائز اجرت یعنی حق المحنت مانگتے ہیں کہ صحیح مسئلہ بتائیں اور اس پر تنخواہ طلب کریں نہ ناجائز اجرت کہ غلط مسئلہ بتا کر رشوت لیں یعنی مجھ کو بالکل بھی تمہاری دولت کی پرواہ نہیں نہ مجھ کو تمہاری ذاتی حلال کمائی مال و دولت سے دکھ ہے تم کو تمہاری دولت مبارک ہو، میں نے کبھی آنکھ اٹھا کر بھی اس طرف نہیں دیکھا

کیونکہ تم نہیں ہے یہ میرا اجر اور اس تبلیغی محنت کا بدلہ گرامی ذات کریم کے ذمہ کرم پر جس نے مجھے پیدا کیا اور فطرت نبوت و خصائل حمیدہ عطا فرمائے کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے کہ کائنات پر نظر دوڑا کر توحید باری تعالیٰ کا پتہ لگاکر میری بات کی تصدیق کرو اور مومن خالص بن جاؤ۔ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے ✶ أَنْبَاء: خبریں، حقیقتیں۔ نبأ کی جمع۔ جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو اسے نبا کہا جاتا ہے اور جس خبر یا بات میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو نبا نہیں کہتے کیونکہ کوئی خبر اس وقت تک نبا کہلانے کی مستحق ہی نہیں جب تک کہ وہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو یا جس کو اللہ اور رسول نے بیان کیا ہو ● فَطَرَ: واحد مذکر غائب ماضی معروف۔ مصدر فَطْرٌ اس نے نیست سے ہست کیا۔ وہ عدم سے وجود میں لایا۔ اس نے پیدا کیا۔ لغوی لحاظ سے فَطْرٌ کے مفہوم میں پھاڑنے کے معنی مضمر ہونا چاہئے کیونکہ لغت میں فطر کے معنی ہی پھاڑنا۔ عدم کے پردے کو پھاڑ کر وجود میں لانا یعنی پیدا کرنا اسی مناسبت سے اس کا مفہوم قرار پایا۔ فَطَرَنِي: واحد مذکر غائب ماضی معروف نِي مفعول اس نے مجھے پیدا کیا (ل ق)

معلومات مزید ✶ حضرت ہود حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے آپ کا شجرۂ نسب یوں ہے، ہود علیہ السلام بن رباح بن الخلود بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام بعض روایتوں میں اس طرح آیا ہے۔ ہود علیہ السلام بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ حضرت ہودؑ عاد کے ابنائے عم میں سے تھے (۱) عاد سے متعلق مختلف اقوال ہیں ✶ عاد ایک قبیلہ تھا ایک اصل کی کئی شاخیں ہیں اس معنی پر یہ دراصل ان کے مورث اعلیٰ کا نام ہے اسی وجہ سے ان کے نام سے موسوم ہوئے ✶ عاد ان کے بادشاہ کا نام تھا اسی بادشاہ کی وجہ سے اس کی طرف منسوب کئے گئے ✶ حضرت ہود علیہ السلام کو عاد سے منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ ان کے احوال سے بخوبی واقف تھے اور وہ آپؑ حضرت ہود علیہ السلام کی سچائی، پاکیزہ اخلاق، انبیائے عہد اور امانت داری زیادہ جاننے والے تھے اور آپ سے زیادہ مانوس تھے ✶ حضرت ہود علیہ السلام نے چالیس سال تک اپنی قوم میں رہ کر معبود حقیقی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول و منہمک رہتے تھے اور اصنام پرستی اور خود اصنام سے بیزار اور مجتنب رہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت ہودؑ کو قوم تک پیغام توحید و دعوت حق پہنچانے کا اعلیٰ ترین منصب یعنی رسالت و نبوت سے سرفراز فرمایا آپ کو قوم عاد کے لئے نبی اور ہادی بنا کر مبعوث فرمایا ✶ حضرت ہودؑ فرائض نبوت کی ادائیگی یعنی پیام حق دعوت ایمان دینے کے لئے احقاف تشریف لے گئے جہاں آپ کے مجبور نے سب موجود تھے ✶ احقاف اسی جگہ ہے جہاں ٹیلوں اور پہاڑوں کا سلسلہ تھا ✶ حضرت ہودؑ نے قوم والوں کو معبود حقیقی وحدہٗ لاشریک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے، بتوں کی پرستش اور اصنام پرستی چھوڑ دو کہا ✶ نبیوں کا یہ معمول رہا کہ وہ اپنی امتوں سے بار بار یہ فرمایا کرتے کہ یہ دعوت حق، ہدایت و نصیحت کی تعلیم اور خیر خواہی کسی مالی غرض سے نہیں ہے بلکہ صرف اور صرف رضائے حق تعالیٰ اور دعوت توحید و رسالت کو عام کرنے تبلیغ

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ
قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ○ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ
بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ
بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○

اور اے میری قوم والو! اپنے پروردگار سے اپنے گناہ معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو وہ تم پر خوب بارشیں برسائے گا اور تم کو (اور) قوت دے کر تمہاری قوت میں ترقی کر دے گا اور مجرم ہو کر روگردانی مت کرتے رہو ٭ وہ بولے اے ہودؑ تم ہمارے سامنے کوئی سند لے کر تو آئے نہیں اور ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دینے والے نہیں تمہارے (محض) کہہ دینے سے اور ہم کسی طرح تم پر یقین کرنے والے نہیں ٭ ہمارا تو قول یہ ہے کہ ہمارے کسی خدا ہی نے تم کو شامت میں مبتلا کر دیا ہے (حضرت ہودؑ نے) کہا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک قرار دیتے ہو۔ (۱۱/۵۲ تا ۵۴ ٭ ت: م)

۵۲۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم والوں سے فرمایا۔ اے میری قوم والو! تم استغفار میں لگ جاؤ گزشتہ گناہوں کی معافی اللہ تعالیٰ سے طلب کرو اور توبہ کرو آئندہ کے لئے گناہوں سے رک جاؤ یہ دونوں باتیں جس میں ہوں اللہ تعالیٰ اس کی روزی اس پر آسان کر دیتا ہے اس کا کام اس پر سہل کرتا ہے اس کی شان کی حفاظت کرتا ہے۔ سنو ایسا کرنے سے تم پر بارشیں برابر اور عمدہ اور زیادہ برسیں گی اور تمہاری قوت و طاقت میں دن دونی رات چوگنی ترقیاں ہوں گی۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لے اللہ تعالیٰ اسے ہر مشکل سے نجات دیتا ہے ہر تنگی سے کشادگی عطا کرتا ہے اور روزی تو ایسی جگہ سے پہنچاتا ہے جو خود اس کے بھی وہم و خیال میں نہ ہو (ابن کثیر)

۵۳۔ قوم نے کہا اے ہود (علیہ السلام)! تم نے کوئی قطعی دلیل پیش نہیں کی۔ یعنی ایسی دلیل پیش نہیں کی جس سے تمہارے دعوے کی صحت ثابت ہو سکے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے معجزات تو پیش کئے تھے (جو ثبوت رسالت کے لئے کافی تھے) مگر قوم والوں کے دلوں میں عناد تھا اس لئے انہوں نے انکار کر دیا اور ہم تمہارے کہنے سے اپنے معبودوں کی عبادت چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں یعنی تمہاری تصدیق نہیں کریں گے مطلب یہ کہ نہ تمہارے قول کا عملی اتباع کریں گے کہ اپنے معبودوں کی عبادت ترک کر دیں نہ اعتقادی تصدیق کریں گے (مظہری)

۵۴۔ قوم والوں نے کہا ہم تو یہی کہیں گے کہ مبتلا کر دیا ہے تجھے ہمارے کسی خدا نے دماغی خلل میں۔ یہ جو آپ بہکی بہکی (نعوذ باللہ) باتیں کر رہے ہیں۔ جانتے ہو اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا کوئی خدا تم سے ناراض ہو گیا ہے اس نے تم سے عقل سلب کر لی ہے اور اب تم [illegible] کی طرح باتیں

گویا یہ ہے اپنی سلامتی مطلوب ہے تو ہمارے معبودوں سے معافی مانگ لو * حضرت ھود ؑ نے ان کی لالچی
اور لغو باتیں (بدخلقی کا اظہار کیا) اور آپ جلال میں آ گئے فرمایا تم میری سچائی کی گواہی مت دو
اللہ تعالیٰ کی گواہی میری صداقت کے لئے کافی ہے۔ ہاں تمہیں اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میں نے
علی الاعلان یہ کہا کہ میرا ان بتوں اور تمہارے ان جھوٹے خداؤں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں (جواہر ضیاء القرآن)

لغوی اشارے * مِدْرَارًا : صیغہ مبالغہ دَرٌّ مصدر و اسم صفت بہنے والا دَرٌّ کا معنی ہے ہر چیز کی فراوانی
دودھ، دودھ کی کثرت روانی دِرَّۃٌ اسم مصدر دودھ، تھن، دودھ کی کثرت، روانی، بارش
دَارٌّ اسم فاعل رواں ہونے والا دَرَّتِ النَّاقَۃُ (نصر و ضرب متعدی) اونٹنی نے بہت دودھ دیا ●
تَارِکِي : چھوڑنے والے تَارِکٌ کی جمع بحالت نصب و جر ● بَرِیْءٌ : بیزار، بے تعلق، بے گناہ۔ (ل ق)

مفہومات مزید * حضرت ھود علیہ السلام قوم عاد کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ انہیں عاد اولیٰ سے
بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد پہلی ہلاک ہونے والی قوم یہی تھی
اور صالحین قوم ہود کو جنہوں نے ایمان کی دولت پائی تھی جس کی بدولت وہ بچ گئے اور عذاب سے محفوظ رہے
تھے اور ان کی اولاد عاد ثانیہ کہلائی (لغوی و حاشیہ) یہی عاد اولیٰ، عاد ارم بھی کہلاتے۔ قرآن میں
جہاں بھی عاد کا ذکر آیا ہے اس سے عاد اولیٰ ہی مراد ہیں۔ قرآن پاک نے بھی صراحت فرما دی ہے کہ "عاد
کی طرف ان کا بھائی ہود" (ہدایت کے لئے بھیجا گیا)۔ قوم ہود عاد اولیٰ ہی ہیں (ابن کثیر) عاد اقوام سابقہ
قدیمہ میں سے ایک قوم کا نام۔ یہ قوم عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد تھی ان
کی آبادیاں عمان سے حضرموت اور یمن تک پھیلی ہوئی تھیں قوم نوح علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو
اپنے زمانے میں سب سے زیادہ طاقتور اور متمدن قوم بنایا تھا اس قوم کے بادشاہ بڑی قوت و سطوت
کے مالک تھے متکبر بت پرست تھے اور اپنی قوم سے بھی بتوں کی پرستش کرواتے تھے۔ خداوند قدوس نے
ان کی طرف حضرت ھود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ حضرت ھود علیہ السلام نے ان کو اللہ تعالیٰ کے احسانات
یاد دلا دلا کر بہت کچھ وعظ و نصیحت فرمائی تھی عاد نے ایک نہ سنی آخر کار ان پر عتاب و عذاب
نازل ہوا (ق ق) ● یہاں بطور خاص "استغفار و توبہ" کے انعام کے طور پر قوت اور کثرت باراں کی نوید دی گئی
چونکہ عاد کے لوگ کاشتکار تھے اور ان کے بہت بڑے بڑے باغات اور بڑی بڑی عمارتیں تھیں
اور ان امور پر وہ زیادہ حریص بھی تھے اور ہمیشہ یہ چاہتے کہ کھیتیاں سرسبز ہوں اور باغات وسیع تر
ہوں اس لئے ان کو پانی کی نسبتاً زیادہ ضرورت ہوتی اسی بناء پر استغفار اور توبہ کی صورت میں
انہیں بارشوں کی خوشخبری سنائی گئی ساتھ ہی وہ بڑے طاقتور تھے اسی وجہ سے دشمن ان کی طرف آنکھ اٹھا کر
نہیں دیکھ سکتا تھا تو انہیں مزید قوت و طاقت کا مژدہ سنایا گیا بشرطیکہ ایمان لائیں اور توبہ استغفار کریں

مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ
مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ فَاِنْ
تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ
وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝

سو تم سب مل کر میرے لئے (خلاف) داو (سازش) کرلو پھر مجھے مہلت نہ دو * میں نے تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کر لیا ہے جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ کوئی بھی زمین پر ایسا چلنے والا نہیں جس کی چوٹی (پیشانی کے بال) اس نے نہ پکڑ رکھی ہو بے شک میرا رب تعالیٰ ہی سیدھے راستہ پر (ملتا) ہے * پھر اگر تم نے نہ مانا تو جو مجھے دے کر بھیجا گیا تھا وہ تو میں تم کو پہنچا دیا اور تمہاری جگہ میرا رب تعالیٰ اور قوم کو پیدا کرے گا اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے البتہ میرا رب تعالیٰ ہر چیز کا نگہبان ہے۔ (11/55 تا 57 * ت : ح)

۵۵۔ "تم سب مل کر میرا برا چاہو" یعنی تم اور وہ جنہیں تم معبود سمجھتے ہو سب مل کر مجھے ضرر پہنچانے کی کوشش کرو۔ "پھر مجھے مہلت نہ دو" (سنو) مجھے تمہاری اور تمہارے معبودوں کی اور تمہاری مکاریوں کی کچھ پرواہ نہیں اور مجھے تمہاری (شان) شوکت و قوت سے کچھ اندیشہ نہیں جن کو تم معبود کہتے ہو وہ جماد اور بے جان ہیں نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر (پہنچا سکتے ہیں) ان کی کیا حقیقت کہ وہ مجھے دیوانہ کر سکتے۔ یہ حضرت ھود علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ آپ نے ایک زبردست جبار صاحب قوت و شوکت قوم سے جو آپ کے خون کی پیاسی اور جان کی دشمن تھی اس طرح کے کلمات فرمائے اور اصلاً خوف نہ کیا اور وہ قوم باوجود انتہائی عداوت اور دشمنی کے آپ کو ضرر پہنچانے سے عاجز رہی۔ (صدر الافاضل۔ حاشیہ کنز الایمان)

۵۶۔ مجھے بلا شک و شبہ اللہ پر اعتماد ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ ہر جاندار کو اللہ پیشانی کے بالوں سے پکڑے ہوئے ہے یعنی ہر جاندار اس کے پورے قابو میں ہے۔ اس کی قدرت و قابو کے آگے عاجز و (بے بس) ہے وہ جیسا چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ ناصیہ کا لفظ خصوصیت کے ساتھ اس لئے ذکر کیا گیا کہ اگر کسی چیز کی ذلت و بے بسی کا اظہار کرنا ہو تو عرب کہتے ہیں فلاں شخص کی پیشانی کے بال فلاں شخص کے ہاتھ میں ہیں (جس طرف کو چاہے موڑ دے)۔ اردو میں پیشانی کے بالوں کی جگہ گردن کا لفظ بولا جاتا ہے فلاں شخص کی گردن فلاں شخص کے ہاتھ میں ہے مطلب دونوں محاوروں کا ایک ہی ہے) ضحاک نے کہا ناصیہ ہاتھ میں ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی زندگی دیتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ فراء نے کہا وہی مالک ہے اور قادر ہے۔ قتیبی نے کہا کہ وہی ہر جاندار کو مقہور (بے بس) کر دیتا ہے جس کی پیشانی کے بال تم پکڑ لو وہ بے بس (و مقہور) ہو جاتا ہے * یقیناً میرا رب سیدھے راستے پر ہے

1205

یعنی حق اور عدل پر قائم ہے نیک کو نیکی کی جزاء اور بد کو برائی کی سزا دے گا جو اس کا دامن پکڑ لے کبھی نامراد نہیں رہے گا (تفسیر مظہری)

۵۷۔ تو اگر ... یعنی اگر تم حق سے پھرے رہے تو مجھ پر کوئی شکایت نہیں کیونکہ میں نے بے شک پہنچا دیا ان سب باتوں کا تم کو تبلیغ کر دی جس کے ساتھ میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں میری اس بات کے نہ ماننے اور مجھ پر ایمان نہ لانے کا نقصان تم کو ہی ہے کہ میرا محافظ اللہ تعالیٰ تم کو ہلاک کر دے گا اور تمہارے سوا ایک اور قوم لے آئے گا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم سے دنیا آباد ہے تمہارے وجود سے دنیا کی رونق ہے یا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ تم کو کوئی مٹا نہیں سکتا یا تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ تمہارے (باطل معبود اصنام) تم کو خدا کے مقابل بچا لیں گے ہرگز ایسا نہیں ہوگا تم کو وہ جب ہلاک کرے گا تو تم اس کا کچھ بھی نقصان نہیں کر سکتے۔ کیونکہ تم سے دنیا آباد نہیں تمہاری وجہ سے رونق کائنات نہیں۔ دنیا کی آبادی اور رونق اللہ کے نیک بندوں اور اللہ کے ذکر سے ہے (التسہیل) * اللہ تعالیٰ خوب بہتر جانتا ہے کہ کون ظالم کون مظلوم کون اچھا کون برا ہے کس کو بچانا ہے کس کو مٹانا ہے لہذا اسی پر کامل توکل کرنا چاہئے۔ چونکہ وہ ہر چیز کا محافظ ہے اسی لئے وہ میری حفاظت فرمائے گا (اشرف)

لغوی اشارے * كَيْدٌ: مصدر و اسم مصدر، اچھی تدبیر، بری تدبیر، مکر، فریب، چال، داؤں (باب ضرب) • تَوَكَّلْتُ: میں نے بھروسہ کیا، میں نے اعتماد کیا، میں نے توکل کیا۔ تَوَكُّلٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم • دَآبَّةٍ: جانور، چلنے والا، پاؤں دھرنے والا، رینگنے والا۔ دَبٌّ اور دَبِيبٌ سے جس کے معنی رینگنے اور پاؤں چلنے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ مذکر اور مونث دونوں کے لئے مستعمل ہے، اس میں تا وحدت کی ہے دَوَابّ جمع • نَاصِيَتِهَا: اسم مضاف ھا ضمیر مضاف الیہ اس کی پیشانی کے بال، پیشانی کے بال پکڑنے سے مراد ہے پورا قبضہ کر لینا۔ اقتدار کامل (مدارک و معالم) (ل ق)

مفہومات مزید * حضرت ہود علیہ السلام نے للکارتے ہوئے قوم والوں سے فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ چونکہ میں تمہارے باطل معبودوں کی مذمت کرتا ہوں اور ان کی پرستش سے روکتا ہوں تو تمہارے اصنام مجھے ضرر پہنچاتے ہیں تمہارے اس کہنے سے براءت کا اظہار کر کے تمہیں چیلنج کرتا ہوں کہ تم اور تمہارے باطل معبود مل کر مجھے نقصان پہنچانے کے لئے اپنی تمام تدبیریں بروئے کار لاؤ اپنے تمام حربے استعمال کرو نہ مجھے مہلت دو اور نہ ہی مجھ سے چشم پوشی کرو

• اللہ تعالیٰ بڑی شان و جلالت والا ہے ہر قوت اور قدرت اسی کی ہے تمام مخلوقات اس کے سامنے بے بس و مجبور ہے تمام کائنات جملہ موجودات اس کے قبضہ قدرت میں ہیں وہ جیسا چاہے تصرف فرماتا۔ اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ حق اور عدل پر مبنی ہے اس سے نہ کوئی ظالم بچ سکتا ہے اور نہ اس کی پناہ میں آنے والا محروم و رسوا ہو سکتا ہے

• حضرت ہود علیہ السلام نے تنبیہ فرمائی کہ اے قوم والو! میں نے پیغام حق پہنچانے کی ذمہ داری اور فریضہ تبلیغ ادا کر دیا ہے اس کے باوجود تم منہ موڑتے رہے اور حق کو قبول نہ کیا تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ تمہارے بجائے کسی اور قوم کو آباد کرے گا تم تباہ و برباد کر دیے جاؤ گے لہذا خوب سوچ لو تم خود اپنی بربادی کر رہے ہو تم اللہ کو کیا ضرر پہنچاؤ گے ہر طرح ضرر و نقصان تمہارا ہی ہے بلا شک و شبہ اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا محافظ اور نگہبان ہے۔